علمائے دیوبند

کون ہیں اور کیا ہیں؟

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی

دارُالکتاب دیوبند

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ

عُلمائے دیوبند

کون ہیں اور کیا ہیں ؟

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی (پاکستان)

کی ایک اہم تاریخی تقریر

شائع کردہ

دارالکتاب دیوبند، یوپی

نام کتاب : علماء دیوبند کون ہیں اور کیا ہیں ؟
مصنف : حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی
کمپیوٹر کتابت : نواز پبلی کیشنز دیوبند
طباعت : گیارہ سو
سن طباعت : ۱۹۹۷ء

باھتمام
واصف حسین مالک دار الکتاب دیوبند

بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور فارسی کا یہ شعر اپنی جگہ پر مسلم ہے

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یہ شعر اس بات کی تائید کرتا ہے کہ خداوند قدوس نے حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی (پاکستانی) کو علم و عرفان کی بے بہا دولت سے نوازا اور ان کے ذہن و دل کو علوم نبوت سے آراستہ و پیراستہ فرما کر قادر مطلق نے موصوف کو تقریر و خطابت کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔

ان کی تقریر میں بلا کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ غضب کا جوش و ولولہ بھی ہے ان کی تقریر میں سلاست و جامعیت کیساتھ واقعیت و اصلیت بھی ہے، وہ ایک شعلہ بیان خطیب اور آتش نوا مقرر کی حیثیت سے پاکستان میں نہیں بلکہ پورے ایشیاء میں مشہور و معروف ہیں میں نے حضرت کی ایک تاریخی تقریر بذریعہ پاکستان کیسٹ سنی جو بیحد پسند آئی اسی تقریر کو رفیق محترم مولانا امداد اللہ صاحب قاسمی نے بڑی محنت و کاوش کے بعد کتابی شکل دی اور علماء دیوبند کون ہیں اور کیا ہیں ؟ کے نام سے شائع کی بندہ نے بھی اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا موصوف کی کافی محنت و کاوش کے باوجود کتاب میں مجھے بہت خامیاں

اور غلطیاں نظر آئیں میں نے موصوف کے حکم کے مطابق ان خامیوں کو دور کرنے اور کتاب کو اغلاط سے پاک و صاف کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اس کوشش میں مجھے کامیابی کس حد تک ہوئی اس کا فیصلہ آپ کریں گے میں مولانا ندیم الواجدی صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ جن کی رہنمائی سے مجھے اس عظیم خدمت کا حوصلہ ملا خدا تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

حضرت مولانا فاروقی صاحب کی ایک دوسری تقریر سیرت پاکؐ پر "رسالت کی کرنیں" کے نام سے شائع ہو چکی ہے جو الحمد للہ ہر خاص و عام میں مقبول ہو رہی ہے۔

فقط۔
مرتب کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ہند اور علمائے دیوبند کا شاندار ماضی کے موضوع پر ۹ر شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ مطابق ۳۰ر مئی ۱۹۸۳ء بمقام مدرسہ جامعہ صدیقیہ بھاولپور میں حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی مد ظلہ العالی نے جو خطاب فرمایا ہے وہ قارئین کے سامنے ہے۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئاتِ اعمالنا ونشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له ولا نظيرله ولا وزيرله ولا مشيرله ولامعين له وصلّ على سيد الرُسُل وخاتم الانبياء المبعوث إلى كافة الناس بشيراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔

امابعد: وقال الله تبارك وتعالىٰ فى كلامه المجيد والفرقان الحميد ولتكن منكم امة يدعون إلى الخير وقال الله فى موضع اٰخر۔ انما يخشى الله من عباده العلمٰوء وقال فى موضع اٰخر والذين جاهدو وفينا لهنهدينهم سبلنا وان الله لمع المحسنين وقال فى موضع اٰخر ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقامو تتنزل عليهم الملئكة الاتخافوا ولاتحزنوا وابشروا بالجنة التى

كنتم توعدون نحن اولیٰؤكم فی الحیوة الدنیا وفی الأخرة ولكم فیها ماتشتهی انفسكم ولكم فیها ماتدعون نزلاً من غفور رحیم۔

وقال النبی صلی الله علیه وسلم العلماء امناء الرسل علی عباد الله تعالیٰ مالم یخالطو السلاطین فاذا فعلوا ذلك فقد خانو الرسل فاحذروهم واعتزلوهم۔

وقال النبی صلی الله علیه وسلم العلماء ورثة الانبیاء وقال النبی صلی الله علیه وسلم علماء امتی كانبیاء بنی اسرائیل اوكما قال النبی صلی الله علیه وسلم صدق الله ورسوله النبی الكریم ونحن علی ذالك لمن الشاهدین والشاكرین والحمد لله رب العالمین۔

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے
دینا کو دیا پیغام سکون انسانوں کے رُخ موڑ دیئے!

اس محسنِ عالم نے الیاس کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا منشور دیا، کئی راہیں دیں، کئی موڑ دیئے!
زباں پر مومنوں کے جب بھی ذکر تاجدار آئے!
تو اس کے بعد لازم ہے کہ ذکر چار یار آئے!
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ وحیدرؓ باوفا جب ہوں!
تو کیوں نہ گلستانِ مصطفیٰ میں پھر بہار آئے!

واجب الاحترام علمائے کرام! صاحب صدر! میں آپ حضرات کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ دور دراز سے میری معروضات سننے کے لئے تشریف لائے ہیں مولانا غلام یٰسین صاحب کے حکم پر آپ حضرات کے اس بھاولپور کے شہر میں دوسری مرتبہ تقریر کی غرض سے حاضری کا اتفاق ہوا ہے اور مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے اسلامی تاریخ کی اولوالعزم جماعت اور تحریک آزادی ہند کی سر خیل جماعت علمائے اہلِ سنت، علمائے دیوبند کی تاریخ آپ کے سامنے بیان کروں۔

میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ انتہائی مثبت انداز میں اپنے اسلاف کی تاریخ اور واقعات سناؤں، اور میں امید کروں گا کہ آپ اگر میری معروضات کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ کئی نئی باتیں آپ کے سامنے آئیں گی۔

میرے دوستو! اسلامی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں اور اسلامی کتابوں کو جب ہم کھنگال کر دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے بھی دور آئے ہیں ہر دور میں حق اور باطل کی آویزش اور ٹکر رہی ہے، یہ کوئی نظام ایسا ہے، یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ ہر دور میں حق اور باطل کے مقابلے میں آتے ہیں حق بے سروسامانی کے عالم میں آیا ہے اور باطل سرکشی، تکبر، انانیت، استکبار، عجب، شوکت و حشمت، جاہ ثروت اور طاقت لے کر نمودار ہوا ہے لیکن جب ہم تاریخ کے

اور اق دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بے سر و سامانی کے عالم میں نمایاں ہونے والے حق کو ہمیشہ اللہ نے غلبہ عطا فرمایا ہے حق اور باطل کی ٹکر روز ازل سے جاری ہے اور تاریخ کے طالب علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تاریخ ہی فیصلہ کر کے بتاتی ہے کہ اس دور کا حق کون سا ہے اور اس دور کا باطل کونسا ہے اگر ہم نظر غائر سے ان چیزوں کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حق کس طرح آیا اور باطل کس طرح آیا آپ ذرا اپنے ذہنوں کو چودہ سو سال کی تاریخ کے پیچھے لے جائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ باطل نمرود کے لباس میں آیا تو حق ابراہیمؑ کی بے سر و سامانی کے عالم میں آیا باطل فرعون کی شکل میں آیا تو حق موسیٰؑ کی شکل میں آیا، باطل بنی اسرائیل کے خونخواروں کی شکل میں آیا تو حق عیسیٰؑ کی شکل میں آیا، باطل قیصر و کسریٰ کی شکل میں آیا تو حق محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں آیا، باطل حجاج بن یوسف کے شکل میں آیا تو حق عبداللہ بن زبیر کی شکل میں آیا، باطل خلیفہ منصور کی شکل میں آیا تو حق امام ابو حنیفہؒ کی شکل میں آیا، باطل معتصم باللہ کی شکل میں آیا تو حق امام احمد بن حنبلؒ کی شکل میں آیا۔ باطل شاہ سلجوقی کی شکل میں آیا تو حق امام غزالیؒ کی شکل میں آیا، باطل فتنہ تاتار کی شکل میں آیا تو حق ابن تیمیہؒ کی شکل میں آیا، باطل جلال الدین اکبر کی شکل میں آیا تو حق مجدد الف ثانیؒ کی شکل میں آیا، باطل فرق اثنا عشریہ کی شکل میں آیا تو حق شاہ ولی اللہ کی شکل میں آیا، باطل راجہ رنجیت سنگھ کی شکل میں آیا تو حق شاہ اسماعیلؒ

کی شکل میں آیا باطل انگریز کی شکل میں آیا تو حق شاہ عبدالعزیزؒ کی شکل میں آیا، باطل فتنوں کی شکل میں آیا تو حق علمائے دیوبند کی شکل میں آیا۔

میرے دوستو! ہر دور میں حق اور باطل کی آویزش اور ٹکر رہی ہے ہم نے بہت چیزیں دیکھیں بڑے حالات سنے لیکن تاریخ کے طالب علم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حق والے لوگ کون ہیں اور کس طرح ہر دور میں انہوں نے اسلام کے لئے کام کیا ہے!

میرے دوستو! اس بات پر فخر ہے کہ جس طرح سورج آسمانوں پر روزانہ روشن ہوتا ہے اسی طرح ہمیں یقین ہے کہ صحیح معنی میں اہل سنت والجماعت اور حق پر قائم آج جو دنیا میں جماعت ہے وہ علمائے دیوبند کی جماعت ہے ہمیں کوئی شبہ نہیں ہمیں سورج کی روشنی سے زیادہ یقین ہے کہ علمائے دیوبند کی جماعت صحیح معنی میں اس دور میں انبیاء کی وارث جماعت ہے اور اہل حق کی جماعت ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہر باطل کا ہر طریقہ سے مقابلہ کیا انگریز آیا اس کا مقابلہ کیا، اس کی ذریت یہ قادیانی آئے اس کا مقابلہ کیا، پرویزی آئے اس کا مقابلہ کیا، دشمنان صحابہؓ آئے اس کا مقابلہ کیا، باطل جس لباس میں آیا دیوبند کا پرچم اسی لباس میں آیا اسی کو شورش کاشمیری کہہ گیا ہے۔

اس میں نہیں کلام کہ دیوبند کا وجود
ہندوستاں کے سر پہ ہے احسان مصطفےٰ

تاحشر اس پہ رحمتِ پروردگار ہو
پیدا کئے ہیں جس نے فدایان مصطفےٰ
اس مدرسے کہ جذبہ عزت شرست سے
پہنچا ہے خاص وعام کو فیضانِ مصطفےٰ
گونجے گا چار کھونٹ نانوتوی کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفےٰ

میرے دوستو! یہ ایک تاریخ ہے اور ریاست علی ظفر نے بڑی عجیب بات کہی ہے وہ کہتے ہیں کہ تم ہم سے ہمارے اکابرین کی تاریخ پوچھتے ہو ہمارے اکابرین کی تاریخ کیا ہے؟
وہ کہتے ہیں۔

اس وادی گل کا ہر ذرّہ خورشید جہاں کہلایا ہے
جو رند یہاں سے اٹھا ہے وہ پیر مغاں کہلایا ہے!
اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہونچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوار چمن سے زنداں تک!
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو!
خورشید یہ دینِ احمد کا عالم کے افق پر چمکے گا
یہ نور ہمیشہ چمکا ہے یہ نور برابر چمکے..... گا

میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہندوستان کی تاریخ

مختصر انداز میں ہمیں سمجھ لینی چاہیئے تاکہ اپنے اکابرین کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد مل جائے۔

سامعین کرام! ۱۹۴۷ء میں یہ برصغیر تقسیم ہوا پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کو برصغیر کہتے ہیں اور اس کی تقسیم کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ اس برصغیر پہ انگریز نے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ حکومت کی تھی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ انگریز کے خلاف علماء میدان میں نکلیں علماء نے جیلوں کو آباد کیا انگریز کے مظالم کے مقابلہ میں علماء پھانسی کے تختے پر چڑھے بالآخر انگریز کو یہاں سے جانا پڑا میں ابھی آئندہ چل کر تھوڑی دیر کے بعد تفصیل بتاؤں گا کہ پاکستان جو بنا ہے اس کی بنیادوں میں کس کا خون شامل ہے آخری لقمہ سے کسی کا پیٹ نہیں بھرا کرتا، پیٹ پوری روٹی سے بھرتا ہے، آخر میں ایک آدمی آکر کہے کہ جناب عالی میں نے سارا کام کر دیا پیچھے دو سو سال کی تاریخ اور جدوجہد کو فراموش کر دیا جائے تو یہ اس کی عقل کی خرابی ہے۔

میرے دوستو! بات سمجھنے کی ہے امید ہے کہ پڑھے لکھے حضرات میری معروضات کو غور سے سن کر اس بات کو سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ ہم کتنے اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں اور ہمیں آج تک یہ بتایا نہیں گیا کہ ہندوستان کی تاریخ کونسی ہے اور ہم نے ہندوستان کی تاریخ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔

میرے دوستو! ۱۶۰۱ء میں ہندوستان میں انگریز آیا، اور جب

ہندوستان میں انگریز آیا تو اس وقت جہانگیر ہندوستان کا بادشاہ تھا، اور اس وقت پورے ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی تھی اور صرف دلی کے شہر میں ایک ہزار دینی مدارس تھے ۱۶۰۱ء میں برطانیہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ایک تجارتی وفد واسکوڈی گاما کے ذریعہ بمبئی کے ساحل پر اترا اور اس نے حکومت وقت سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے ہم ہندوستان کی تجارت کو مستحکم کرنے کے لئے آئے ہیں یہاں کے مال کو برطانیہ کی منڈی میں لے جائیں گے اور وہاں کے پیسے کو ہندوستان میں لگائیں گے اس وقت کا بادشاہ جہانگیر تھا وہ سخت ناعاقبت اندیش تھا وہ انگریز کی سیاست کو سمجھ نہ سکا اور انگریز کے اس وفد کو بہت زیادہ سہولتیں دیں بڑے بڑے کارخانے لگانے کی اجازت دی گئی ریاستوں کی ریاستیں انگریز افسروں کے نام لگادیں کئی علاقوں کے علاقے اس کے نام ہبہ کردئے پانچ پانچ سو مربع زمینیں ایک ایک انگریز کو دیکر یہ کہہ دیا کہ اس علاقہ کی حکومت تیری ہے اور اس کا فیصلہ تو کریگا اور تجارتی کمپنی آئی اور تقریباً ایک صدی کے بعد ۱۷۰۱ء تک ہندوستان کے کئی چھوٹے چھوٹے علاقوں پر انگریز کی حکومت قائم ہو گئی، بالآخر انگریز نے ۱۷۱۷ء میں میسور کے ایک صوبہ پر قبضہ کرلیا اور اس کی گورنری ایک انگریز کے ہاتھ میں آئی۔

اور اس طرح ہندوستان کے چار بڑے بڑے صوبوں پر ۱۷۴۰ء سے پہلے پہلے انگریز حکمران ہو گیا یہ ۱۷۴۰ء کی بات ہے کہ

انگریز کئی صوبوں کا گورنر بنا اور اس کے ہاتھ میں حکومت آگئی لیکن اسی اثناء میں ہندوستان میں ۱۷۰۳ء میں دہلی شہر کے اندر ایک لڑکا شیخ عبدالرحیم کے گھر پیدا ہوتا ہے اس لڑکے نے آنکھیں کھولیں تو وہ دیکھتا ہے کہ ہندوستان کے کئی صوبوں پر انگریزی حکومت قائم ہو رہی ہے وہ لڑکا کون تھا اس لڑکے کو ہم شاہ ولی اللہ کہتے ہیں "اللہ اکبر"

۱۶۰۱ء میں انگریز آیا اور ۱۷۰۳ء میں شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے ۱۷۴۰ء میں شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ انگریز چار بڑے بڑے صوبوں پر قابض ہو چکا ہے۔

میرے دوستو! شاہ ولی اللہ اپنی مسند پر بیٹھے ہیں، میں شاہ ولی اللہ کا تعارف مختصر انداز میں کرانا چاہتا ہوں، ہندوستان میں شاہ ولی اللہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے ہندوستان کی پوری تاریخ میں منظم طور پر سب سے پہلے درس حدیث شروع کیا شاہ ولی اللہ سے پہلے حدیث کا درس ہندوستان میں کسی نے نہیں دیا، شاہ ولی اللہ مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے حدیث پڑھ کر ہندوستان آئے اور آکر سب سے پہلے انہوں نے درس حدیث شروع کیا جس کی وجہ سے آج پاکستان کے تمام مکاتب فکر بریلوی دیوبندی اہل حدیث جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ان کے سلسلہ نسب کو آپ دیکھیں، اگر ان میں سے کسی کا سلسلہ نسب ہے تو وہ شاہ ولی اللہ پر جاکر ختم ہو رہا ہے۔

میرے دوستو! شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو

عربی زبان سے فارسی میں منتقل کیا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ شاہ ولی اللہ سے پہلے پورے ہندوستان میں کہیں قرآن کا ترجمہ عربی سے کسی زبان میں کسی نے نہیں کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو فارسی میں منتقل کیا اور اس کے بعد ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی میں قرآن کی تفسیر عزیزی لکھی اور ان کے بعد ان کے دوسرے بیٹوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادرؒ نے فارسی سے اردو میں قرآن کے ترجمے کئے اور آج جتنے بھی برصغیر میں تراجم ہیں ان تمام تراجم کی بنیاد شاہ ولی اللہ کے اُن ہی بیٹوں کے ترجمے پر ہے۔

میرے دوستو! اور جو ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمہ سے ملے گا وہی ترجمہ صحیح ہوگا، جو ترجمہ اُن ترجموں سے نہیں ملتا اُن ترجموں کو متحدہ عرب امارات کی حکومت نے ضبط کر لیا اس لئے کہ ان کا ترجمہ شاہ ولی اللہ کے ترجمہ سے نہیں ملتا ہے۔

میرے دوستو! اس قرآن کے کام کی ابتداء سب سے پہلے ہندوستان میں شاہ ولی اللہ نے کی اور قرآن کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے کیا اور حدیث کا علم شاہ ولی اللہ نے پھیلایا شاہ ولی اللہ نے کیوں پھیلایا اس لئے کہ شاہ ولی اللہ سمجھتے تھے کہ قرآن وحدیث کے علوم کو اگر پھیلایا نہیں گیا تو انگریزی حکومت اسی طرح مستحکم ہوتی رہے گی شاہ ولی اللہ نے ایک کتاب لکھی "حجتہ اللہ البالغہ" علماء جانتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں اتنی عظیم المرتبت کتاب شاہ ولی اللہ سے پہلے کسی نے نہیں لکھی

شاہ ولی اللہ وہ انسان ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے قرآن کریم کی آیات کو لے کر اسلام کا معاشی نظام پیش کیا، اسلام کا اقتصادی نظام پیش کیا اور اسلام کا نظام سیاست پیش کیا، اسلام کے طرز معیشت اور طلب معاش کا فلسفہ پیش کیا اور شاہ ولی اللہ کی اس کتاب کو لینن اور مارکس نے پورے ستر سال بعد چرا لیا اور اُن کے اصولوں کو چرا کر قرآن اور اللہ کے نام کو ختم کر کے اشتراکیت کا نام دیدیا ہمارے پاس اس کے شواہد موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ وہ واحد عالم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کا معاشی فلسفہ پیش کیا اور ان کی کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" "تفہیمات الہیہ، فیوض الحرمین، اور دوسری کتابیں ان کے علوم وافکار کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

میرے دوستو! شاہ ولی اللہؒ نے فرق اثناء عشریہ کا مقابلہ کیا اورنگزیبؒ نے قرامطی فتنہ کا مقابلہ کیا شاہ ولی اللہؒ نے سکھوں کی رسموں کے خلاف جہاد کیا ہندوؤں کے رسموں کے خلاف مقابلہ کیا ۱۷۶۲ء میں شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو گیا اور شاہ ولی اللہؒ کے انتقال سے پہلے ۱۷۳۹ء میں شاہ ولی اللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا اس بچہ کو شاہ عبدالعزیزؒ کہتے ہیں، اس بچے نے ۱۷۶۲ء میں اپنے باپ کی مسند پر بیٹھ کر حدیث کا درس دینا شروع کیا ۱۷۶۳ء میں اس بچہ نے دیکھا کہ انگریز کا بڑے بڑے علاقوں پر تسلط ہو گیا ہے ۱۷۷۲ء میں سب سے پہلے ہندوسان کی تاریخ میں جس شخص نے انگریز کے خلاف دشمنی کا بیج

بویا وہ شاہ عبدالعزیز تھے انہوں نے سب سے پہلے انگریزی حکومت انگریزی ذریت انگریزی قوم کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا (ماشاأاللہ)

میرے دوستو! شاہ عبدالعزیز کے اس فتویٰ کے بعد ایک آدمی جس کا نام حیدر علی تھا وہ حیدر علی انگریز کی فوج میں شامل تھا اس حیدر علی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا اس نے یہ سنا کہ علماء نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کر دیا ہے وہ بچہ رضاکاروں کو تربیت دینے لگا اس نے اپنی قوم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا اس نے اپنی قوم کو غلامی کی زنجیروں میں پایا اس سے رہا نہ گیا اس نے ساڑھے تین سو رضاکاروں کا ایک دستہ مقرر کیا جس نے اس نوجوان کے ہاتھ پر بیعت کی اس نوجوان کو قوم کیا کہتی ہے تاریخ کی زبان اس نوجوان کو جو حیدر علی کا بیٹا تھا سلطان ٹیپو کہتی ہے۔

میرے دوستو! فتح علی سلطان ٹیپو نے ۱۷۷۲ء میں شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ کی وجہ سے میدانِ جنگ قائم کیا اور ۱۷۹۲ء میں شاہ سلطان ٹیپو فوجوں کو لے کر مرنجہ قدم کے علاقہ پر آیا اور اس نے انگریز کی فوجوں کو مقابلہ کرنے کی دعوت دی، اور چار میسور کی لڑائیاں لڑیں انگریز سے ٹکرا گیا تن تنہا ٹکراتا رہا لیکن انگریز بڑی شاطر قوم تھی اس نے سوچا کہ سلطان کے حملوں کو اس طرح ہم ختم نہیں کر سکتے اس نے سلطان ٹیپو کی فوج کے سپہ سالار میر صادق کو نو سو مربع زمین کا لالچ دیکر خرید لیا۔

میرے دوستو! آج پاکستان کس قدر گمراہی میں ہے اس بدقسمت قوم کا حال دیکھئے کہ آج پاکستان کے نصاب تعلیم میں آج یونیورسٹی اور کالج کے نصاب میں سلطان ٹیپو کی تاریخ کو مکمل طور سے پڑھایا نہیں جاتا آج سلطان ٹیپو کی وہ تصویر جو کتابوں میں آپ لوگوں کو دکھائی جاتی ہے سلطان ٹیپو کی تصویر نہیں ہے حالانکہ سلطان ٹیپو نے ساری زندگی ڈاڑھی نہیں مونڈائی لیکن سلطان ٹیپو کا جو فوٹو کتابوں میں چھاپا گیا ہے اس میں ڈاڑھی نہیں ہے۔

میرے دوستو! سلطان نے ساری زندگی میں کبھی ڈاڑھی پر استرا نہیں پھرایا سلطان ٹیپو داڑھی کی سنت کا پابند تھا، مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ سلطان ٹیپو اپنے دور کا قطب تھا مولانا مدنیؒ کہتے ہیں کہ سلطان ٹیپو تہجد گذار تھا سلطان ٹیپو شب زندہ دار تھا سلطان ٹیپو کے وہ خطوط اٹھا کر دیکھو جو انہوں نے سید احمد شہیدؒ کو لکھے وہ کہتے ہیں کہ میں انگریز کو ختم کر کے برصغیر پر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں اسلامی حکومت کا فلسفہ سب سے پہلے سلطان ٹیپو نے برصغیر میں قائم کیا تھا۔

میرے دوستو! سلطان ٹیپو اتنا نیک تھا کہ اس نے میسور کی جامع مسجد تعمیر کروائی میسور کی جامع مسجد تعمیر کرانے کے بعد اس نے کہا اس مسجد میں سب سے پہلے نماز باجماعت وہ عالم پڑھائے جو صاحب ترتیب ہو علماء جانتے ہیں کہ صاحب ترتیب اس کو کہتے ہیں جس کو پانچ

نمازیں اکٹھی کبھی قضا نہ ہوئی ہوں، سلطان ٹیپو نے یہ شرط لگائی کہ جو صاحب ترتیب ہو وہی جماعت کرائے سارے علماء اپنی جگہ کھڑے رہے سلطان ٹیپو دیکھتا رہا جب کوئی آگے نہ بڑھا تو خود سلطان ٹیپو آگے آئے اور اس نے کہا میں یہ بات کھولنا نہیں چاہتا تھا کہ جب سے بالغ ہوا ہوں آج تک میری پانچ نمازیں اکٹھی کبھی قضا نہیں ہوئی ہیں وہ اتنا بڑا درویش انسان تھا انگریز نے اس کا نام کتوں کے نام پر رکھا آج ہم سلطان ٹیپو کی مخالفت کرتے ہیں اس نصاب تعلیم میں سلطان ٹیپو کی مخالفت کی گئی ہے جن لوگوں نے سلطان ٹیپو کا نام کتوں کے نام پر رکھا وہ سلطان ٹیپو کے نام لیوا نہیں ہیں وہ میر صادق کی ماجائی اولاد ہیں آج بھی اس ملک میں انگریز ذریت کا ایک پودا موجود ہے کہ جو انگریز تسلط کو انگریزی ذریت کو، انگریزی کلچر کو، انگریزی تمدن کو اچھا سمجھتا ہے اس انگریزی تمدن کو اچھا سمجھنے والے کو چاہئے کہ اس ملک کو چھوڑ کر اپنے آباء کے پاس چلا جائے،

یہ ملک انگریز کے مخالفوں کا ہے......اس ملک کی بنیادوں میں انگریز دشمنی رچی بسی ہے۔

میرے دوستو! میں آپ کے سامنے تاریخ کے اوراق کھول رہا ہوں مجھے امید ہے کہ ان تاریخ کے اوراق کو آپ ازبر کریں گے اور اس سے استفادہ کریں گے۔

میرے دوستو! آپ دیکھتے ہیں ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو کو

شہید کر دیا وہ تنِ تنہا میسور کا مجاہد شہید ہو گیا۔

میرے دوستو! وہ مجاہد جس نے کہا کہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے وہ مجاہد میسور کے قلعہ پہ شہید ہو گیا اور میر صادِق نے غداری کر کے نو سو مربع زمین آلاٹ کرالی۔

میرے دوستو! اب یہاں سے دو رخ پیدا ہوئے ہیں بات ذرا سمجھنا میں اپنی معروضات کو سمجھانا چاہتا ہوں، ایک رخ انگریز کی حمایت کرنے والا وہ کونسا آدمی تھا میر صادِق اور انگریز سے ٹکرانے والا وہ کونسا آدمی تھا سلطان ٹیپو اور فتویٰ دینے والا کون تھا شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ اگر نہ ہوتا تو تحریک جنگ آزادی نہ چلتی شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ بنیاد ہے ہندوستان کی جنگ آزادی کی۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ نہ ہوتا تو ریشمی رومال کی تحریک نہ چلتی ہندوستان چھوڑ دو تحریک نہ چلتی، تحریک بالاکوٹ نہ چلتی، شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ کی بنیاد پر انگریز کے خلاف ملسمان قوم کو متحد ہو کر لڑنے کا سبق ملا۔

میرے دوستو! ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو شہید ہو گیا انگریز نے سوچا کہ ایک روڑا جو میرے راستہ میں تھا ایک سدِ راہ جو تھی وہ ہٹ گئی ہے میر صادق کو نو سو مربع زمین مل گئی اس کے بعد نواب سراج الدولہ میدان میں آیا اس نے جنگ پلاسی لڑی یہ جنگ پلاسی کل بائیس گھنٹہ جاری رہی۔ انگریز نے نواب سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر

کو خرید لیا اس کے ساتھ غداری میں ایک اور شخص امی ٹن بھی شریک تھا انگریز نے امی ٹن کو بھی خرید لیا، دونوں کو خرید لیا تو اب سراج الدولہ سلطان ٹیپو کی طرح شہید ہو گیا، ہندوستان کی آزادی کی خاطر شہیدوں میں ایک اور شہید کا اضافہ ہو گیا اور دولت کی خاطر غداروں کی فہرست میں دو اور غدار بڑھ گئے۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایک غداروں کا گروہ ہے ایک وفاداروں کا گروہ ہے ایک انگریز کے دشمنوں کا گروہ ہے ایک انگریز کے حاشیہ نشینوں کا اس وقت حاشیہ نشینوں کا دور تھا آج بھی اس ملک میں وہ حاشیہ نشیں موجود ہیں، اور اس وقت جو انگریز کے دشمن تھے وہ علماء دیوبند تھے۔

میرے دوستو! بات ذرا سمجھنے کی ہے، میں لمبی چوڑی تمہیدوں کا عادی نہیں ہوں میں بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ آخر ہندوستان میں کیا ہوا، فرقہ واریت کیسے پیدا ہوئی، غلام احمد قادیانی کو کس نے پیدا کیا اور جناب عالی؟ اتنے فتنے کیسے اٹھے جاگیر دار طبقوں نے کیا کیا، نو نو سو مربع زمینیں کیسے الاٹ کرائی گئیں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو غدار کس نے کہا اور حسین احمد مدنی پر کفر کے فتوے کس نے لگائے، اور آج فتنہ تکفیر کی بنیاد کون رکھ رہا ہے، کون خانہ کعبہ کے ائمہ کو کافر کہتا ہے، یہ ایک داستان ہے، جو شروع سے لے کر آخر تک سمجھنے کے قابل ہے اگر آپ اس چیز کو سمجھ لیں گے تو آپ کو پورے ہندوستان کے اختلافات کا فلسفہ سمجھ میں آجائے گا، آپ تاریخ کے

اوراق میں ان چیزوں کو سنتے جائیں، آج میں آپ کے سامنے تاریخ کے اوراق کھول رہا ہوں، آپ کو پتہ چل جائیگا فرقہ واریت کہاں سے پیدا ہوئی غلط لوگ کہاں سے اٹھے میں کسی کا نام لینا نہیں چاہتا ہوں۔

میرے دوستو! اس کے بعد ہندوستان میں تاریخ کے دو رُخ ہو گئے ایک غداروں کا ایک وفاداروں کا، نواب سراج الدولہ کے بعد کیا ہوا؟ نواب سراج الدولہ کی شہادت کے بعد راجہ رنجیت سنگھ پنجاب کا حکمراں بنا، پنجاب پر راجہ رنجیت سنگھ ۱۸۴۰ء میں حکمراں بنا اس وقت صوبہ سرحد پنجاب میں شامل تھا راجہ رنجیت سنگھ نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد شروع کر دیا راجہ رنجیت سنگھ نے لاہور کی شاہی مسجد کی صحن کو اصطبل بنا دیا گھوڑوں کو کھڑا کرنے لگا اور لڑکیوں کو بے آبرو کیا راجہ رنجیت سنگھ کے ان بہیمانہ مظالم کی داستان رائے بریلی پہونچی، رائے بریلی میں ایک درویش خدا رہتا تھا اس درویش کا نام کیا ہے اس درویش کا نام احمد شہیدؒ ہے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ شاہ ولی اللہؒ کے چار بیٹے تھے۔

بڑے بیٹے کا نام شاہ عبد العزیز دوسرے بیٹے کا نام شاہ عبد القادر تیسرے بیٹے کا نام شاہ رفیع الدین اور چوتھے بیٹے کا نام شاہ عبد الغنی چار بیٹے تھے چاروں مفسر قرآن چاروں حدیث کے محدث چاروں اپنے دور کے قطب تھے۔

میرے دوستو! یہ چار بیٹے تھے پہلے بیٹے کی تاریخ آپ کو معلوم ہو گئی کہ جس نے فتویٰ جہاد جاری کیا شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین نے

قرآن کا ترجمہ ہندوستان میں کیا اور چوتھے بیٹے شاہ عبدالغنی ہیں سب سے بڑا جن کا اعجاز یہ ہے کہ ان کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا اسی فرزند کو ہم شاہ اسماعیل شہید کہتے ہیں۔

میرے دوستو! شاہ اسماعیل شہید شاہ ولی اللہ کے حقیقی پوتے اور شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے اور شاہ عبدالغنی کے بیٹے ہیں راجہ رنجیت سنگھ پنجاب کا حکمراں ہوا سیّد احمد شہید رائے بریلی سے چل کر دلی پہنچے انہوں نے شاہ عبدالعزیز سے علم حاصل کیا علم حاصل کر کے واپس چلے گئے شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہید سیّد احمد شہید کے علم حاصل کرنے کے دوران ہی سید احمد شہید کے مرید ہوگئے اور سیّد احمد شہید سیّد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے۔

میرے دوستو! ہندوستان میں دو بڑے شہر ہیں، ایک رائے بریلی ہے ایک الٹے بانس بریلی رائے بریلی سے سید احمد شہید بریلوی پیدا ہوئے اور الٹے بانس بریلی کی تاریخ کا تو آپ کو پتہ ہوگا، اس موضوع کو یہاں دہرانا نہیں چاہتا، رائے بریلی سے سیّد احمد شہید بریلوی پیدا ہوئے۔ جب ان کو پتہ چلا کہ پنجاب کا راجہ رنجیت سنگھ مسلمانوں پر ظلم وتشدد کر رہا ہے تو سید احمد شہید نے اعلان کر دیا بھرتی کا اور اپنے مریدوں سے کہا کہ جہاد فرض ہو چکا ہے، راجہ رنجیت سنگھ کے خلاف، چنانچہ ساڑھے سات سو مجاہدوں اور دس ہزار مریدوں کو لے کر ۱۸۲۶ء میں رائے بریلی سے چلتے ہیں اور اس سے پہلے سید احمد شہید

نے اپنے شاگرد شاہ اسمٰعیل شہید کو پنجاب بھیجا تھا جنہوں نے واپس آکر رپوٹ دی تھی کہ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے مسجدوں کو اصطبل بنالیا گیا ہے۔

میرے دوستو! شاہ اسمٰعیل شہید واپس گئے تو جاتے ہی سیّد احمد شہید نے اعلان جہاد کر دیا رضاکاروں کا قافلہ کبھی کم ہو جاتا کبھی زیادہ ہو جاتا یہ قافلہ رائے بریلی سے چلا، درّۂ خیبر سے ہوتا ہوا درّۂ جولان سے ہوتا ہوا اس قافلے نے ۱۸۲۷ء میں پشاور پر حملہ کیا آپ حیران ہوں گے کہ پشاور کو پہلے ہی حملہ میں فتح کر لیا اور فتح کرنے کے بعد صبح کو شاہ اسمٰعیل شہید نے پشاور کے چوک پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ آج کے بعد پشاور پر امیر المومنین سیّد احمد شہید کی حکومت ہوگی پشاور میں آج کے بعد شراب کی بندش کا اعلان کیا جاتا ہے آج کے بعد پشاور میں جوا بند ہے، فرقہ واری بند ہے، اغوا بند ہے، چوری بند ہے، شراب بند ہے، افیم اور چرس بند ہے یہ اعلان سید احمد شہید کے شاگرد (مرید) شاہ اسمٰعیل شہید نے ۱۸۲۷ء میں پشاور میں کیا جس دن سے شاہ اسمٰعیل شہید نے شراب کی بندش کا اعلان کیا اس دن یکم مئی اتوار کا دن تھا میں جب تاریخ کے اوراق کھولتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اسی شاہ اسمٰعیل شہید کے ڈیڑھ سو سال کے بعد جب شاہ اسمٰعیل شہید کا روحانی فرزند مفتی محمود اسی پشاور میں برسر اقتدار آتا ہے تو جس دن مفتی محمود نے حلف اٹھایا اور شراب کی بندش کا اعلان کیا اس دن بھی یکم مئی ۱۹۷۲ء اتوار کا دن تھا ۱۸۲۷ء یکم مئی کو شاہ اسمٰعیل شہید اسی پشاور

میں شراب کی بندش کا اعلان کرتا ہے اور ۱۹۷۷ء یکم مئی کو اسی پشاور میں مفتی محمود شراب کی بندش کا اعلان کرتا ہے یہ ایک اتفاق ہے تاریخ کا یہ اکابر کی ایک زندہ جاوید داستان ہے۔

میرے دوستو! ۱۸۲۷ء میں یہ قافلہ وہاں پہنچا اس نے پشاور فتح کر لیا اس کے بعد شن کیاری فتح کیا اتمان زئی فتح کیا اس کے بعد اکوڑہ فتح کر کے یہ لوگ آگے بڑھے سید احمد شہید کے پاس راجہ رنجیت سنگھ کا ایک قاصد آیا اس نے کہا شاہ صاحب آپ نے جتنا علاقہ فتح کر لیا اس پر آپ کی حکومت ہے آپ آگے نہ بڑھیں پیش قدمی روک دیں سید احمد شہید نے کہا اے رنجیت سنگھ میں ملک گیری اور وطن کی صدارت کی ہوس کے لئے نہیں آیا میں تیرے بہیمانہ ظلم و ستم سے مسلمان قوم کو نجات دلانے آیا ہوں جب تک تیرا ظلم رہے گا سید احمد شہید کٹ تو سکتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے لیکن ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کا یہ نعرہ تھا۔

میرے دوستو! سید احمد شہید کوئی معمولی آدمی نہیں تھا ہندوستان کی پوری تاریخ کا آپ مطالعہ کریں میں دعوئی سے کہتا ہوں جہاں تک میرا مطالعہ ہے کہ ہندوستان میں آج تک شاہ ولی اللہ کے بعد اتنا بڑا پیر اور ولی پیدا نہیں ہوا کہ جس کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ کفار مسلمان ہوئے ہوں اور ۳۰ ر لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اتنا بڑا استاذ پیدا نہ ہوا جس کے شاگرد کی کتاب تقویۃ

الایمان پڑھ کر ساڑھے تین لاکھ کافروں نے نبی کا کلمہ پڑھ لیا ہو آپ نے ایسا آدمی نہیں دیکھا ہوگا سید احمد شہید کے بارے میں آتا ہے کہ جس جگہ کھڑے ہو جاتے تھے چاہے دس لاکھ آدمی سامنے ہوں سب کے سب احمد شاہ کا چہرہ دیکھ کر توبہ کر لیتے تھے سید احمد کو دیکھ کر کافر کلمہ پڑھتے تھے زانی اور شرابی توبہ کر لیتے تھے لوگ سید احمد کو دیکھ کر ایمان لے آتے تھے، وہ اتنا بڑا درویش انسان تھا اتنا بڑا ولی اللہ تھا اتنا بڑا قطب تھا کہ شاہ عبدالعزیز کی شاگردی کے دور میں جب سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ ان سے کتابیں پڑھا کرتے تھے ایک دن کتاب کھولی تو حروف نظر نہیں آئے تو احمد نے کہا استاذ جی مجھے کتابوں کے حروف نظر نہیں آتے تو استاذ جی نے کہا تجھے اللہ تعالی کتابوں کے علم سے بے نیاز کر کے اپنی طرف سے علم عطا فرمائے گا اس کو علم لدنی کہا جاتا ہے جو سید احمد شہید کو اللہ نے عطا کیا تھا۔

میرے دوستو! کوئی معمولی آدمی نہیں تھا سید احمد شہید نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اس کے بعد قافلہ آگے بڑھتا رہا کسی علاقہ میں چھ ماہ قیام ہوتا کسی علاقہ میں ایک ماہ قیام کرتا اسی طرح گذرتے گذرتے یہ قافلہ ۱۸۳۱ء میں یکم مئی کو بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر پہنچا بالاکوٹ پاکستان میں ہے ہندوستان میں نہیں ہے آپ بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں میں اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں بالاکوٹ کی پہاڑیاں پچھلے دنوں ۵ ر مئی کو اسی بالاکوٹ کی پہاڑی پر میں اللہ کے فضل سے

ایک تقریر کر کے آیا ہوں اور میں نے وہاں کے لوگوں کو بتایا ہے کہ یہی وہ پہاڑیاں ہیں جہاں آج سے کئی سو سال پہلے بدر و اُحد کی یاد تازہ ہوئی تھی ان پہاڑیوں پر شہدا کا خون گرا تھا آج پاکستان میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اتنا نامراد طبقہ ہے میں حیران ہوتا ہوں کہ اس ملک کی بد قسمتی دیکھئے یہاں ایسے لوگ بھی بستے ہیں کہ جو سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کو گستاخ کہتے ہیں اور ان کو سکھوں کا ایجنٹ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک آدمی بات کرتا ہوا سوچ تو لیتا ہے لیکن یہاں سوچ کا مادہ ختم ہو گیا وہ سید احمد سکھوں سے لڑائی کرتے ہیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں کئی مربع زمین الاٹ کر کے پیچھے نہیں ہٹ گئے بلکہ لڑتے لڑتے وہیں شہید ہو گئے ان کی گردن کٹ گئی ان کا مزار آج بھی بالاکوٹ کے بازار میں بنا ہوا ہے اور سید احمد کے شاگرد شاہ اسمٰعیل شہید کا مزار اسی بالاکوٹ کے بازار سے ایک میل کے فاصلہ پر پہاڑی کے اوپر ہے نیچے دریا بہتا ہے ادھر شاہ اسمٰعیل کی گردن دفن ہے اُدھر باز و دفن ہے کہیں ایک ٹکڑا ہے کہیں دوسرا ٹکڑا ہے غدار ٹکڑے نہیں کرایا کرتے ارے ایجنٹ جو ہوتے ہیں وہ بچ کے آتے ہیں جاگیریں لیتے ہیں وہ کود کر آتے ہیں وہ اپنے ٹکڑے پہاڑیوں پر بکھیرا نہیں کرتے سید احمد شہید کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر یہ لوگ ۱۸۳۱ء یکم مئی کو پہونچے رات کو پڑاوَ ڈالا اور اس علاقہ کی ایک قوم نے غداری کی رنجیت سنگھ کی فوجوں کی مخبری کی اور

انہوں نے پہاڑ کے عقب سے شبخوں مارا اور پانچ مئی کے دن سید احمد شہید اپنی عبادت گاہ میں تھے تہجد کے وقت اور سجدے کی حالت میں سید احمد شہید کی گردن کاٹ لی اور اسی دن شاہ اسمٰعیل شہید میدان میں نکلے اور چار دن تک شاہ اسمٰعیل شہید لڑائی کرتے رہے، اور شاہ اسمٰعیل شہید کو گستاخ رسول کہنے والو عقل کے ناخن لو اتنا بڑا عاشق رسول کون پیدا ہوا ہوگا ان کے سامنے ایک سکھ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی شاہ اسمٰعیل شہید نے کہا خدا کی قسم اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تیری گردن نہ اُڑا دوں اللہ اکبر شاہ اسمٰعیل نے قسم کھالی اور حدیث میں آتا ہے ان من عباد الله من لواقسم على الله لابرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ درویش خدا مست میری امت میں ہوں گے کہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پوری کر دیتا ہے اگر وہ کہہ دیں کہ صبح کو بارش ہوگی تو خدا ان کی قسم کو پوری کرنے کے لئے بارش ڈالدیتے ہیں۔

میرے دوستو! یہ شاہ اسمٰعیل درویش صفت خدا مست انسان تھا کہ اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک تیری گردن کو نہ اڑا دوں پیچھے ایک دشمنِ رسولؐ نے ان کی گردن پر تلوار ماری شاہ اسمٰعیل کی گردن کٹ کر زمین پر گر پڑی شاہ اسمٰعیل شہید کے ہاتھوں میں تلوار ہے چونکہ قسم کھا چکے ہیں قسم کھا کے کہتے ہیں میں بعد میں مروں گا پہلے تم کو گرادوں گا

گردن کٹنے کے باوجود شاہ اسمٰعیل کی کرامت ہے، اس دشمن رسول کے پیچھے بھاگتے ہیں ایک فرلانگ کے فاصلے سے شاہ اسمٰعیل شہید نے اس دشمن کی گردن پہ اور اس کے جسم پر وہ خنجر پیوست کر دیا اور ان پر ہی شاہ اسمٰعیل شہید خود گر گئے۔

میرے دوستو! دشمنِ رسول کو قتل کر کے شاہ اسمٰعیل شہید خود اُو پر گر گئے اتنا بڑا عاشق رسول کون ہو گا۔

شاہ اسمٰعیل کی کتابیں اٹھا کر دیکھو منصبِ امامت پڑھو۔ شاہ اسمٰعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کا مطالعہ کرو آپ کے ایمان کو تازگی ملے گی بدعات سے نفرت پیدا ہو گی شرک سے دوری ہو گی شاہ اسمٰعیل کے بارے میں گستاخ رسول کہنے والوں کے نعتیہ کلام نور کا مطالعہ کرو! خدا کی قسم ایک ایک شعر ایسا ہے کہ انسان سر دھوتا ہے اور ان کے عشقِ رسول سے بھی وجد آتا ہے وہ اتنے بڑے لوگ تھے جب صبح کے وقت بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر سید احمد شہید پانچ مئی کو شہید ہوئے اور شاہ اسمٰعیل شہید نو مئی کو شہید ہوئے اِن ہی بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر ساڑھے چار سو شاہ اسمٰعیل شہید کے فوجی شہید ہوئے باقی جو لوگ تھے تقریباً سو کے قریب بچ گئے تھے اور وہ واپس آگئے انہی بچے ہوئے لوگوں میں سے مولانا محمد جعفر تھانیسری مولانا ولایت علی مولانا مملوک علی، مولانا یحیٰی علی تھے۔

یہ انہی بچے ہوئے لوگوں میں سے تھے ۱۸۳۱ء یکم مئی سے

لے کر دس مئی تک بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر یہ واقعہ پیش آیا اور آج بھی اگر ان پہاڑیوں پر غور سے دیکھا جائے اور تصور کیا جائے تو ان پہاڑیوں پر شہدائے بالاکوٹ کا ابلتا ہوا خون نظر آتا ہے۔

میرے دوستو! بالاکوٹ کی اسی تحریک کو تحریک بالاکوٹ کہتے ہیں، اور ان ہی مجاہدوں کو شہدائے بالاکوٹ کہا جاتا ہے۔

میرے دوستو! اور اس کے بعد ۱۸۳۱ء یکم مئی سے لے کر دس مئی تک بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر مجاہدوں کا قافلہ شہید ہو گیا اور دس مئی ۱۸۳۱ء کے بعد یہ لوگ بچ کر واپس آگئے اور اس ۱۸۳۱ء کے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت بہت زیادہ مستحکم ہو رہی تھی چنانچہ علماء نے کئی میٹنگیں کیں کئی علاقوں کے لوگوں کو اکٹھا کیا کہ انگریز کے خلاف فیصلہ کن لڑائیاں لڑی جائیں ان منصوبوں میں کئی سال کا عرصہ گذر گیا چنانچہ ۱۸۵۶ء میں دلی کے علاقہ میں تمام ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کی میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا ولایت علی، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید یہ سارے لوگ اس کانفرس میں شریک ہوئے اس میٹنگ میں شریک ہوئے مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ انگریز ہمارے سر پر کھڑا ہے انگریز نے پورے ہندوستان میں اپنی حکومت کا جال بچھا دیا ہے فیصلہ کن لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ یا کٹ جائیں گے یا انگریز کا مقابلہ کریں گے انگریز کو

یہاں رہنے نہیں دیں گے مولانا نانوتوی نے یہ بات فرمائی تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا کہ حضرت ہماری تعداد تو بہت تھوڑی ہے، ہمارے وسائل تو بہت تھوڑے ہیں حضرت نانوتوی نے تاریخی بات فرمائی کہ کیا ہماری تعداد غازیان بدر سے بھی کم ہے یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ لوگوں میں جذبہ پیدا ہوا مولانا نانوتوی کی یہ بات موجِ کوثر کتاب میں شیخ اکرام نے لکھی ہے کہ بڑی عجیب بات تھی۔

میرے دوستو! مولانا نانوتوی کی اس بات پہ جنگ آزادی کا فیصلہ کر لیا گیا کہ ہندوستان کی تاریخ میں سب سے بڑی دو لڑائیاں ہیں ایک جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ایک تحریک ریشمی رومال تحریک ریشمی رومال کی بنیاد بھی مولانا نانوتوی کے شاگر مولانا محمود الحسن نے رکھی اور جنگ آزادی کی بنیاد بھی حاجی امداد اللہ کے شاگرد مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔

میرے دوستو! یہ ہندوستان کی سب سے بڑی لڑائی تھی جو انگریز کے خلاف فیصلہ کن انداز میں لڑی گئی، جس کے بعد چودہ ہزار علماء کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا گیا جن کی تاریخ ابھی آپ کے سامنے بیان کرنے والا ہوں۔

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو پاکستان کا ایک طبقہ ہے جس کو انگریزی ذریت کا پاس ہر وقت موجود رہتا ہے وہ کہتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نہیں تھی وہ غدار تھا ہماری کتابوں میں

اس آزادی کو غدر کا نام دیا جاتا ہے غدر وہ لوگ نام دیتے ہیں آج بھی جو انگریزوں کی ذہنیت رکھتے ہیں علماء اپنی آزادی کے لئے لڑائی کریں یہ غدر کیسے ہو سکتا ہے یہ تحریک آزادی تھی جس کے سرخیل حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہوئی دو محاذ بنائے گئے ایک محاذ انبالہ پر جس کی قیادت مولانا جعفر تھانسیری کے پاس تھی ایک محاذ شاملی پر جس کی قیادت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تھے۔

میرے دوستو! آپ حیران ہوں گے کہ علماء نے لڑائیاں لڑیں منجنیقیں استعمال ہوئیں گولیاں چلیں علماء شہید ہوئے مولانا محمد ضامن شہید ہوئے مولانا رشید احمد گنگوہی کو زخم آئے حضرت نانوتوی خود زخمی ہوئے اور کئی بے شمار لوگ شہید ہو گئے لیکن وسائل کی قلت کی وجہ سے اور چند لوگوں کی غداری کی وجہ سے ۱۸۵۷ء کی اس جنگ آزادی میں علماء کو فتح نہیں ہوئی یہ اور بات ہے کہ علماء کو فتح نہیں ہوئی نتائج بر آمد نہیں ہوئے فتح تو نہیں ہوئی لیکن آزادی کا جذبہ جو اندر ہی اندر مچل رہا تھا، آزادی کی چنگاری سلگ رہی تھی اور وہ جذبہ بیدار رہا علماء نے سر نہیں جھکایا علماء نے گردنیں نہیں جھکائیں ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی ختم ہو گئی۔ انگریز وائسرائے برطانیہ نے اپنے ہندوستان کے لوگوں سے ہندوستان کے اپنے وزراء سے اور

ہندوستان کے اپنے مشیروں سے رپورٹ طلب کی کہ بتاؤ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تمہاری حکومت ہندوستان میں کیسے قائم رہ سکتی ہے توڈاکٹر ولیم جو ہندوستان کے بہت بڑے سیاست دانوں میں سے تھا اس نے وائسرائے برطانیہ کو جو رپورٹ بھیجی اس رپورٹ کے الفاظ آپ کو سناتا ہوں، اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان بہت زیادہ بیدار ہیں اور جنگِ آزادی صرف مسلمانوں نے لڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں جب تک جذبہ جہاد موجود ہے اس وقت تک ہم لوگ مسلمانوں پر حکومت نہیں کر سکتے اس لئے جذبہ جہاد کا ختم کرنا ضروری ہے اور جذبہ جہاد سے پہلے ایک چیز کو ختم کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے علما کو ختم کر دیا جائے اور قرآن کریم کو ختم کر دیا جائے چنانچہ ۱۸۶۱ء میں ہندوستان میں تین لاکھ قرآن کریم کے نسخے انگریز نے جلائے اور اس کے بعد علما کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ انگریز مؤرخ مسٹر تھامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک انگریز نے علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ تین سال ہندوستان کی تاریخ کے بڑے المناک سال ہیں ان تین سالوں میں انگریز نے چودہ ہزار علماء کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا تھا تھامسن کہتا ہے کہ دلی کے چاندنی چوک سے لے کر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس درخت پر علماء کی گردنیں نہ لٹکی ہوں تھامسن کہتا ہے کہ علماء کو سوروں کی کھالوں میں بند کر کے جلتے ہوئے تنوروں میں ڈالا گیا

تھامسن کہتا ہے کہ علماء کے جسموں کو تانبے سے داغا گیا تھامسن کہتا ہے کہ علماء کو ہاتھیوں پر کھڑا کر کے درختوں سے باندھ کر ہاتھیوں کو نیچے سے چلادیا گیا تھامسن کہتا ہے کہ لاہور کی شاہی مسجد جس کے صحن میں انگریز نے پھانسی کا پھندا بنایا تھا اور ایک ایک دن میں اسی اسی علماء کو پھانسی دیجاتی تھی تھامسن کہتا ہے کہ لاہور کے دریا راوی میں اسی اسی علماء کو بوریوں میں بند کر کے ڈالا جاتا اور اوپر سے گولیوں کا نشانہ بنادیا جاتا تھا، تھامسن کہتا ہے کہ میں اپنے دلی کے خیمے میں گیا تو مجھے محسوس ہوا کہ مردار کی بدبو ہے میں اپنے خیمے کے پیچھے چلا گیا تو دیکھتا ہوں کہ آگ کے انگارے دہک رہے اور ان انگاروں کے اوپر چالیس علماء کے کپڑے اتار کر ان علماء کو ان انگاروں پر ڈالا گیا وہ کہتا ہے میرے دیکھتے دیکھتے چالیس اور علماء کو لایا گیا اور میرے سامنے ان علماء کے کپڑے اتارے گئے اور انگریز نے کہا مولویو! جس طرح ان چالیس علما کو آگ پر پکایا گیا تمہیں بھی پکا دیا جائے گا تم صرف یہ کہہ دو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ہم شریک نہیں تھے ابھی چھوڑ دیتے ہیں تھامسن کہتا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والے کی قسم میں نے دیکھا کہ کوئی عالم ایسا نہیں سارے کے سارے علماء آگ پر پک گئے دوسرے علماء بھی آگ پر پک گئے کوئی عالم بھی ایسا نہیں تھا جس نے انگریز کے سامنے گردن جھکائی ہو آج پاکستان کا کوئی ٹھیکدار بنتا ہے کہ جناب فلاں جگہ پاکستان بن گیا، فلاں کی کوشش سے پاکستان بن گیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوششیں جو

Scanned by CamScanner

موجود ہیں ہم ان کوششوں کو جانتے ہیں، میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جن کو آج اپنے اسلاف کی تاریخ کا پتہ نہیں ہے بتاؤ؟ پاکستان بنانے میں اگر انہی لوگوں کا ذکر آتا ہے جن کا کام کرتے ہوئے یہ چودہ ہزار علماء پھانسی کے تختے پر چڑھے ان کی قربانیاں کہاں چلی جائیں گی یہ کس لئے لڑے یہ کس لئے شہید ہوئے انہوں نے اپنی گردنیں کس لئے کٹائیں کیا پاکستان بنانے کی بنیاد میں ان علماء کی قربانیاں کا کوئی دخل نہیں ہے کیا احمد اللہ شاہ مدراسی کی تاریخ نہیں ہے کہ جس کو انگریز نے ہتھکڑیاں پہنا کر گورے کے سامنے جب پیش کیا تو وہ گورا اٹھ کر رونے لگا اس نے کہا شاہ صاحب آپ تو میرے استاد ہیں میں نے تو مدراس میں آپ سے عربی کی کتاب پڑھی ہے صاحب لوگوں کا حکم ہے آپ پر وارنٹ ہے ایک دفعہ کہدو کہ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک نہیں تھا ابھی چھوڑ دوں گا مولانا احمد شاہ نے بڑی عجیب بات کہی کہ او میرے شاگرد انگریز میں جان کو بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا یہ لوگ بڑے تھے بڑے کسی نے کہا ہے

ہائے یہ حرفِ تمنا سے زباں کی دوریاں
سختیاں، دشواریاں، پابندیاں، مجبوریاں
یاد ایامِ جفا آخر بھلائیں تو بھلائیں کس طرح
دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح

ان لوگوں سے دل کس طرح لگائیں کس طرح ان کی ذریت کو اپنائیں کس طرح ان کی باتوں کو اپنائیں کس طرح ان کی ذہنیت کو اپنائیں۔

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا جعفر تھانیسری کو پھانسی کا حکم ہوا مولانا یحییٰ علی صاحب کی ڈاڑھی کے بال کاٹے گئے جب پھانسی کا حکم ہوا اور ان کو انبالہ کی جیل سے لاہور لایا گیا اور لاہور جیل میں کس حال میں لایا گیا ہائے ہائے مولانا تھانیسری کالا پانی کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہمارے پاؤں میں بیڑیاں اور جسم پر جو زنانہ لباس پہنائے کمر پر لوہے کی سلاخیں جب کوٹ لکھپت جیل میں انبالہ سے لاہور پیدل لایا گیا۔ کوٹ لکھپت جیل میں داخل ہوئے جیل کا سپرنٹنڈنٹ کہنے لگا یہ ملا ایسے باز نہیں آئیں گے ان کو ایک لوہے کے پنجروں میں ڈال دیا جائے مولانا تھانیسری کہتے ہیں ہم تینوں علما کے لئے انگریز نے لوہے کے پنجرے بنائے ہمارے ہاتھوں سے لہو بہتا تھا ہمارے پیروں سے لہو بہتا تھا ہمیں لوہے کے پنجروں میں ڈالا گیا اسی لوہے کے پنجروں میں چونچ دار سلاخیں لگائی گئیں ہم ٹیک نہیں لگا سکتے تھے ہم بیٹھ نہیں سکتے تھے اور ان پنجروں کے خانہ میں رکھا گیا اور اس کے بعد انہی پنجروں کو مال گاڑی کے ڈبے میں ڈالا گیا اور کہا گیا کہ ملتان کے ڈسٹرکٹ جیل میں پھانسی دی جائے گی۔

حضرت تھانیسری فرماتے ہیں کہ ہمیں مال گاڑی کے ڈبے میں ڈال کر وہ ڈبہ ملتان بھیجا گیا تین مہینہ میں وہ ڈبہ لاہور سے ملتان پہونچا ہے کہیں مہینہ ٹھہرتا ہے کہیں دس دن ٹھہرتا ہے لُو کا وقت ہے گرمی کا سماں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ کر ملتان کے اسٹیشن سے ڈسٹرکٹ جیل تک لایا گیا اور ہمیں شام کو بتایا گیا کہ صبح تم کو پھانسی ہوگی ہم نے رات کو بڑی خوشی منائی صبح کے وقت گورا میرے کمرے میں آیا اور اس نے کہا مولویو! تمہیں کیا ہو گیا تم خوشیاں مناتے ہو مولانا تھانیسری نے بڑی عجیب بات فرمائی...... فرمایا ہم اس لئے خوشی مناتے ہیں ہم بڑے گنہگار لوگ ہیں ہم سمجھتے تھے کہ بستر پر موت آئے گی شاید ہمارے گناہوں کی بخشش ہو سکے یا نہ ہو سکے اب تو شہادت کی موت ہوگی اُدھر تم پھانسی دو گے اِدھر ہم رسول اللہؐ کے حوضِ کوثر پر پہونچ جائیں گے۔ ہائے ہائے انگریز گورے نے کہا مولویو جس موت سے تم خوش ہوتے ہو وہ موت بھی تمہیں نہیں دی جا سکتی، اس نے کہا تمہیں چودہ چودہ سال کے لئے کالا پانی کی سزا دی جائے گی مولانا تھانیسری نے کالا پانی کے بارے میں ایک عجیب شعر لکھا ہے مولانا فرماتے ہیں جب پھانسی کا حکم بدل گیا تو بے ساختہ میری زبان پر آیا ؎

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر پھانسی ہو جاتی تو رہائی ہو جاتی انہوں نے پھانسی اور موت

کو رہائی سے تعبیر کیا، کیا کہوں رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی ہائے وہ لوگ بڑے عجیب تھے۔ مولانا تھانیسری کو جب کالا پانی میں لے جایا جانے لگا تو ان کے بچوں کو آخری ملاقات کے لئے بلایا گیا، مولانا فرماتے ہیں کہ میرا آٹھ سال کا چھوٹا سا بچہ جیل کی سلاخوں میں جب میرے سامنے آیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور میرے پاؤں میں بیڑیاں دیکھ کر زار وقطار رونے لگا میری بیوی بھی رونے لگی تو میں نے کہا بچے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تیرے باپ کی زندگی خدا نے بچائی تو واپس آئے گا اور اگر نہ بچائی تو حوضِ کوثر پر ملاقات کر لوں گا بڑی عجیب بات تھی جو مولانا تھانیسری نے کہی۔

میرے دوستو! یہ لوگ بڑے عجیب تھے ان لوگوں کی بڑی ہی قربانیاں تھیں ۱۸۶۷ء تک یہ قربانیاں ان علماء نے دیں۔

میرے دوستو! ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک پورے ہندوستان میں علماء کو انگریز نے ختم کر دیا چند گنے چنے علماء ہندوستان میں موجود تھے ۱۸۶۷ء میں کوئی دینی مدرسہ اپنی اصل حالت پر باقی نہیں تھا آپ حیران ہوں گے ۱۶۰۸ء میں جب انگریز آیا تھا تو ایک ہزار سے زائد مدارس دلی شہر میں تھے۔ انگریز نے مدرسہ رحیمیہ شاہ ولی اللہ کے مدرسے پر بل ڈوزر پھرا دیئے شاہ ولی اللہ کے مدرسہ کو ختم کر دیا ۱۸۶۷ء میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا علماء ختم ہونے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی علم کو باقی رکھنے

Scanned by CamScanner

کے لئے دیوبند کی بستی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھنے کا حکم دیا مولانا نانوتوی نے حضور کی بشارت پر ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء میں ۱۵ محرم الحرام کو حضور کی بشارت پر دیوبند کی بستی میں انار کے درخت کے نیچے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اسی مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں اس مدرسے سے پڑھنے والوں کو علماء دیوبند کہا جاتا ہے،

میرے دوستو! اس مدرسہ کی بنیاد اس لئے رکھی تاکہ انگریز کا مقابلہ کیا جائے مدرسہ کی بنیاد کیوں رکھی تاکہ انگریزی تمدن کو ختم کیا جائے اس مدرسہ کی بنیاد کیوں رکھی تاکہ مسلمان قوم اپنے تہذیبی ورثوں سے ہمکنار ہو سکے۔

میرے دوستو! یہاں ذرا بات سمجھنے کی ہے مولانا نانوتوی کے استاذ مولانا مملوک علی تھے اور مولانا نانوتوی کے ساتھی اور ہم سبق تھے مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا مملوک علی کے دو شاگرد تھے ایک مولانا قاسم نانوتوی اور ایک سر سید احمد خاں یہ دونوں مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے مولانا مملوک علی کے شاگرد مولانا قاسم نے دیوبند کا مدرسہ بنایا اور مولانا مملوک علی کے دوسرے شاگرد سر سید احمد نے علی گڈھ یونیورسٹی بنائی جب ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور مطالعہ کرتے ہیں تو ہندوستان میں دو تحریکیں تھیں ایک علی گڈھ کی تحریک تھی اور دوسری دیوبند کی تحریک تھی اور جب ہم پورے ڈیڑھ سو سال کی اس تاریخ کا تجزیہ کرتے ہیں تو مجھے نظر آتا ہے کہ دیوبند اسلام کی

ایک ایسی یونیورسٹی بن گئی جس نے مفکر پیدا کئے۔ مجاہد پیدا کئے، امام پیدا کئے، مجتہد پیدا کئے، انگریز سے لڑ جانے والے پیدا کئے کہ جس نے انور شاہ کشمیری جیسا محدث پیدا کیا الیاس جیسا مبلغ پیدا کیا اور بڑے بڑے علماء کو دیوبند نے پیدا کر کے برصغیر میں کہیں تفسیر کی کتابیں پھیلا دیں، کہیں حدیث کی کتابیں پھیلا دیں، کہیں حدیث پھیلائی کہیں شروحات پھیلائی کہیں تاریخ کی کتاب پھیلائی پوری دنیا میں دیوبند نے اسلام کی تہذیب و تمدن کو عام کر دیا اور جب مقابلہ میں علی گڈھ نے انگریز کو سلام کرنے والے پیدا کئے علی گڈھ سے شمس العلماء کا لقب لینے والے پیدا کئے انگریز کو سلامی دینے والے پیدا کئے چنانچہ علی گڈھ کا رخ بدلنے کے لئے شیخ الہند کو ۱۹۲۰ء میں خطبہ دینا پڑا کہ یونیورسٹی کے مسلمان نوجوانو! تم کدھر چلے گئے ہو تم تو انگریز کے حاشیہ نشیں بنتے جا رہے ہو، میں تمہارے دروازے پر آیا ہوں آؤ محمد ابن قاسم کا جذبہ پیدا کریں اور انگریز سے ٹکرا جائیں اس تقریر کو سنکر وہاں سے مولانا محمد علی جوہر پیدا ہوا، پھر شوکت علی پیدا ہوئے، حسرت موہانی پیدا ہوئے اور بہت بڑے بڑے لیڈر اور قائد پیدا ہوئے۔

میرے دوستو! دیوبند کا مدرسہ ایسا مدرسہ ہے جس نے برصغیر میں مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو، ثقافت کو، آبرو کو، اسلام کو، معیشت کو باقی رکھنے میں سب سے زیادہ کردار ادا کیا ہے۔

میرے دوستو! یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ ذرا تاریخ کا

مجھ پہ دیکھیے مولانا محمد قاسم اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں برسائے مولانا قاسم نانوتوی جس کے بارے میں شورش کہہ گیا ہے ۔

شانع کون و مکاں کی راہ دکھلاتا رہا
گمرہان شرک کو توحید سکھلاتا رہا!
پرچم اسلام ابر دو رخشاں کے روپ میں!
بت کدوں کی چاردیواری پہ لہراتا رہا!
اس گلی میں عصر حاضر کا فقیر بے مثال
سنت خیر الوریٰ کے زمزمے گاتا رہا!

مولانا شیخ الہند کے بارے میں وہ کہتا ہے ۔

گردش دوراں کی سنگینی سے ٹکراتا رہا
مالٹا میں نغمۂ مہر و وفا گاتا رہا!

یہ لوگ تھے! یہ ہمارے اکابر تھے یہ ان کی زندہ جاوید داستان ہے ہمیں اس پر فخر ہے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آج پاکستان میں نانوتوی کو گستاخ کہا جاتا ہے میں ان لوگوں کا بھی شجرۂ نسب بتاتا لیکن میں کسی کو برا کہنے کا عادی نہیں ہوں میں تو اس قاسم نانوتوی کو مانتا ہوں جو عشق رسول میں بھرے ہوئے تھے جس کی ہر بات میں عشق رسول ہے جس کے ہر قول وعمل میں عشق رسول تھا، وہ قاسم نانوتویؒ رسول اللہ کے مدینہ میں جاتا ہے تو حضور کے روضہ کو خطاب کرکے کہتا ہے ۔

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا!
کہ بس چلتا تو مر کر بھی نہ تجھ سے میں جدا ہوتا

کیا عشق تھا حضرت نانوتوی کا کہ کسی نے کہا ہے کہ آپ روضہ کے اندر نہیں جاتے فرمایا جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جب اندر چلے گئے تو مسکراتے ہوئے تیسرے دن باہر نکلے پوچھا کیا ہوا فرمایا ۔

مرے آقا کا مجھ پہ تو اتنا کرم تھا!
کہ بھر دیا مرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنا کرم کیوں یہ کیا سلسلہ ہے
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

وہ قاسم نانوتویؒ جسے آج اس ملک میں گستاخ رسول کہتے ہیں پیغمبر کے روضہ کے پاس کھڑے ہوئے امام کو کافر کہتے ہیں وہ عاشقِ رسول ہے اور وہ قاسم نانوتویؒ جو مدینہ سے سات میل پہلے اپنا جوتا اتار لیتا ہے کہ کسی نے کہا حضرت یہاں پتھر لگیں گے فرمایا پتھروں کی کوئی بات نہیں جوتا اس لئے اتارتا ہوں کہ شاید اس سرزمین پر چودہ سو سال پہلے رسول اللہ کے نبوت والے قدم آئے ہوں نانوتوی کا گستاخ جوتا کہیں رسول اللہ کے قدموں پر نہ آجائے جو رسول اللہ کے جوتے سے حیا کرتا ہے اس کو گستاخ رسول کہتے ہیں اور جو پیغمبر کے مصلّٰی پر کھڑے ہوئے امام کو کافر کہتا ہے وہ عاشق رسول بن جاتا ہے یہ کیا ستم ظریفی

میرے دوستو! اس رشید احمد گنگوہی کو لوگ برا کہتے ہیں۔ ہائے ہائے جس نے حدیث کا درس چالیس سال دیا چالیس سال حدیث کا پیغام سنایا وہ رشید احمد گنگوہی کہ جب بارش آتی ہے تو طلبہ حدیث پڑھ رہے ہیں بارش آتی ہے وہ خود حدیث پڑھا رہے ہیں طلبہ کتابیں اٹھا کر اندر چلے گئے اور رشید احمد نے اپنی پگڑی بچھائی اور طلبہ کی جوتیاں ڈالنے لگے لوگوں نے کہا حضرت یہ کیا کر رہے ہیں فرمایا جوتیاں اس لئے اٹھاتا ہوں کہ تم رسول اللہ کی حدیث پڑھتے ہو میں تمہاری جوتیاں نہیں اٹھاتا ہوں میں تو رسول اللہ کے مہمانوں کی جوتیاں اٹھاتا ہوں کیا عشق تھا ایک آدمی کھجوروں کی گٹھلیاں لے کر آیا آکر حضرت گنگوہی سے کہنے لگے یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں کھجوروں کو لے کر آنکھوں سے لگایا بوسہ دینے لگے فرمانے لگے اِن کھجوروں کی گٹھلیوں کو بچالیتا اور پھر ان گٹھلیوں کو ہاون دستہ میں روزانہ پیس لیتے صبح اٹھ کر ایک چٹکی منہ میں رکھ لیتے اس برادے کی، کسی نے کہا کہ حضرت کھجوروں کی گٹھلیوں میں کیا رکھا ہے فرمایا تم گٹھلیوں کی بات کرتے ہو میرا عقیدہ ہے کہ محمد کے مدینہ کے مٹی میں بھی شِفا ہے محمد قاسم نانوتوی اللہ اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

میرے دوستو! آج لوگ کہتے ہیں کہ یہ دیوبند کا مدرسہ تو کل بنا ہے ہم تو شروع سے آئے ہیں لیکن میں نے تو آپ کو بتادیا کہ دیوبند کا مدرسہ کیوں بنایہ تو مدرسہ کی بات ہے مدرسہ سے نسب نہیں چلا کرتا

نسب تو رسول اللہ سے چلتا ہے ہمیں فخر ہے کہ ہمارا روحانی تعلق نبی کے ساتھ ہے ہمارا علمی تعلق نبی کے ساتھ ہے ہمارے شیخ مرشد مولانا محمد قاسم نے علم حاصل کیا ہے، علم سیکھا ہے شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ سے شاہ عبدالغنی نے شاہ اسحاق سے انہوں نے شاہ عبدالعزیز سے انہوں نے شاہ ولی اللہ سے انہوں نے شیخ ابو طاہر مدنی سے انہوں نے اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے انہوں نے شیخ ابوالوہاب احمد بن عبدالقدوس شناوی سے انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد رملی سے انہوں نے شیخ الاسلام ابو یحییٰ احمد زکریا بن محمد انصاری سے انہوں نے شیخ شہاب الدین بن علی بن حجر کنانی عسقلانی سے انہوں نے شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد تنوخی سے انہوں ابوالعباس احمد بن ابی طالب حجار سے انہوں نے شیخ سراج الدین حسنین بن مبارک حنبلی زبیدی سے انہوں نے ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب سنجری ہروی سے انہوں نے ابوالحسن عبدالرحمان بن مظفر بن محمد بن داؤد داؤدی سے انہوں نے ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی سے انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے حضرت حماد سے انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے ابو حنیفہ سے انہوں نے انس بن مالک سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے عبداللہ بن مسعود نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا سلسلہ نسب

رسول اللہ تک پہنچتا ہے ہمیں تو فخر ہے یہ تو علم کی بات ہے ایک آدمی
کہتا ہے کہ خانقاہیں ہمارے پاس ہیں میں نے کہا نہیں ولایت بھی
ہمارے ہی پاس ہے مولانا رشید احمد گنگوہی نے ولایت سیکھی ہے حاجی
امداد اللہ مہاجر مکی سے انہوں نے میاں جی نور محمد سے انہوں نے شاہ
عبدالرحیم سے انہوں نے شاہ عبدالباری سے انہوں نے شاہ
عبدالہادی سے انہوں نے شاہ عضدالدین سے انہوں نے شاہ محمد مکی
سے انہوں نے شاہ محمدی سے انہوں نے شاہ محب اللہ سے انہوں نے
شاہ ابوسعید سے انہوں نے شیخ نظام الدین بلخی سے انہوں نے شیخ جلال
الدین تھانیسری سے انہوں نے شاہ عبدالقدوس سے انہوں نے شیخ محمد
عارف سے انہوں نے شیخ عارف بن احمد سے انہوں نے شیخ عبدالحق
ردولوی سے انہوں نے شیخ جلال الدین سے انہوں نے شیخ شمس الدین
سے انہوں نے شیخ علاء الدین کلیری سے انہوں نے شیخ فرید الدین گنج
شکر سے انہوں نے شیخ قطب الدین سے انہوں نے خوابہ معین الدین
چشتی سے انہوں نے خواجہ عثمان سے انہوں نے خواجہ حاجی شریف
زندنی سے انہوں نے خواجہ مودود سے انہوں نے خواجہ ابویوسف سے
نہوں نے خواجہ ابو محمد سے انہوں نے خوجہ احمد ابدال سے انہوں نے
ؤاجہ اسحاق شامی سے انہوں نے خواجہ ممشاد سے انہوں نے خواجہ
بوہیرہ سے انہوں نے خواجہ حذیفہ سے انہوں نے ابراہیم بن ادھم
سے انہوں نے خواجہ عبدالواحد سے انہوں نے خواجہ حسن بصری سے

انہوں نے امیر المومنین حضرت علی سے حضرت علی نے خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا تعلق رسول اللہ سے ہے آپ نے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں لوگوں کی باتیں سنی ہوں گی لیکن جو بات
رسول اللہ کی شان میں ہمارے پیر و مرشد حضرت نانوتوی نے فرمائی
ہے وہ کسی کا حصہ نہیں ہے آپ نے یہ بھی سنا ہے اور ہم بھی سمجھتے ہیں
حبیب شاعر کہتا ہے ؎

تکبیر میں، کلمے میں، نمازوں میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نام محمد!!
فرماتے تھے یہ آدم کے لئے خلد بریں میں
لکھا ہوا طوبیٰ پہ ملا نام محمد!
اس نام کی لذت دل عشاق سے پوچھو
جان آگئی تن میں جو لیا نام محمد!

ہمیں پتہ ہے احمد ندیم قاسمی نے بڑی عجیب بات کہی ہے وہ کہتا ہے ؎

کہ حضور آئے تو آفرینش پا گئی دنیا!
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا
سورج کی شمع افروزی جنوں کی کار فرمائی
زمانے کو اسی امی کے صدقے میں سمجھ آئی

میرے دوستو! سب کچھ کہتا ہے اور ہمیں پتہ ہے ظفر علی خاں کہتا ہے ؎

دیار یثرب میں گھومتا ہوں نبی کی دہلیز چومتا ہوں!
شراب عشق رسول پی کر میں جھومتا ہوں رہے سلامت پلانے والا

اور ظفر خاں نے یہ بھی کہا ہے کہ ؎

چھوٹا جو سینہ شب تارہ الست سے
اس نور اولین کا اجالا تم ہی تو ہو!

یہ سب کچھ کہتا ہے لیکن جو بات قاسم نانوتوی نے فرمائی ہے اس کا جواب نہیں ہے قاسم نانوتوی فرماتے ہیں ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں میرا نام شمار کر دے۔

میرے دوستو! حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ قابل غور شعر ہے ساری دنیا کے قصائد ایک طرف اور پھر نانوتوی کی بات ایک طرف رکھوں حضرت نانوتوی فرماتے ہیں ؎

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا!
اور پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون و مکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی، احمد بھی وہ شاہد بھی مشہود بھی!
وہ علم و حکمت میں غیر محدود بھی ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا
اس کی رحمت ہے بیحد و بے انتہا اس کی شفقت تخیل سے ہے ماورٰی
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا اس کی رحمت سے اس کو سجایا گیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا ذکر کرتے ہیں ؎

حشر کا غم مجھ کو کس لئے ہو اے قاسم مرا آقا ہے وہ مرا مولی ہے وہ
جس کے دامن میں جنت بسائی گئی جس کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

مولانا حسین احمد مدنی جن کو ہم مانتے ہیں حسین احمد مدنی جب پیغمبر کے روضہ پہ گیا اور اٹھارہ سال رسول اللہ کے روضہ پر بیٹھ کر حدیث پڑھائی وہ حسین احمد مدنی اپنی داڑھی کے بالوں سے پیغمبر کے روضہ کی صفائی کرتا ہے اور وہ حسین مدنی مدینہ کی گلیوں میں پڑے ہوئے تربوز کے چھلکوں کو اٹھا کر پانی میں بھگو کر پی لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نجات کے لئے یہ کافی ہے۔

وہ حسین احمد مدنی ۱۸ سال حدیث پڑھاتا ہے ریشمی رومال کی تحریک کے جرم میں اپنے استاذ شیخ الہند کے ساتھ انہیں حجاز میں گرفتار کیا گیا اسی پیغمبر کے روضہ کو حسین احمد مدنی نے دیکھ کر زار و قطار رو رو کر کہا تھا ؎

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر
سلامت رہے تیرے روضہ کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ شوق ابوذر
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذبہ بلالی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء میں دیوبند کا مدرسہ بنایا اور اسی مدرسہ میں سب سے پہلے

ایک استاذ مقرر کیا اس استاذ کا نام ہے ملا محمود اور اس ملا محمود کے پاس ایک شاگرد آیا اس شاگرد کا نام بھی محمود الحسن ہے اور اس شاگرد نے اپنے استاذ ملا محمود سے علم سیکھا اور مولانا قاسم نانوتوی سے علم سیکھا اور وہی محمود الحسن جو شاگرد بنکر آیا تھا وہ ہندوستان کی تاریخ کا اور تحریک آزادی کا سب سے بڑا لیڈر رہا اسی محمود الحسن کو شیخ الہند محمود الحسن کہتے ہیں اسی محمود الحسن کو ہندوستان کی سب سے بڑی عالمی تحریک کا بانی کہتے ہیں وہ شیخ الہند محمود الحسن ہیں وہ محمود الحسن جن کے شاگردوں میں اشرف علی تھانوی پیدا ہوا جنہوں نے تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں اور اسی شیخ الہند کے شاگردوں میں مولانا عبید اللہ سندھی پیدا ہوا جس کو پچیس سال کے لئے انگریز نے جلاوطن کیا جب ان کو جلاوطن کیا تو داڑھی کے بال پھوٹ رہے تھے اور جب وہ ۲۵ سال کے بعد واپس آئے تو داڑھی سفید ہو چکی تھی اور اس شیخ الہند کے شاگردوں میں مفتی کفایت اللہ دہلوی تھے جن کے فتوی کو دیکھ کر مصر کے علماء نے کہا تھا ہم نے ایسا عالم روئے زمین پر نہیں دیکھا اور جس کے شاگردوں میں انور شاہ کشمیری پیدا ہوا جس نے بخاری کی شرح لکھی بخاری کی وہ شرح سعودی حکومت شائع کر رہی ہے اور کہتے ہیں کہ عربی میں ایسی شرح آج تک کسی نے نہیں لکھی اور اس کے شاگردوں میں مولانا محمد الیاس تبلیغی جماعت کے بانی وہ تبلیغی جماعت کا آدمی تھا وہ پست قد کا آدمی تھا

دبلا پتلا تھا اور میرے دوستو! انتہائی عاجزی والا انکساری والا جماعت کے پہلے پیغام کو لے کر پانی پت میں گیا لوگوں نے ان کو تھپڑ مارے وہ گر گیا ہوش آیا تو کہنے لگے لوگو! ایک دفعہ مسجد میں جانا ہوگا اور جا کر نبی کی بات سننی ہوگی انہوں نے تھپڑ کھائے ماریں کھائیں انہوں نے ماریں کیوں کھائیں اس لئے نہیں کہ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا ماریں اس لئے کھائیں کہ کملی والے نے مکہ کی گلیوں میں ماریں کھائی تھیں اگر مکہ کی گلیوں میں کملی والے ماریں نہ کھاتے تو خدا کی قسم الیاس بھی ماریں نہ کھاتا وہ تو پیغمبرؐ کی سنت پر چلتا تھا ہمارے اکابر رسول اللہ کی سنت کے عاشق تھے۔

مولانا شیخ الہند محمود الحسن کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا جب جنازہ اٹھایا گیا اور حکیم اجمل خاں جو بڑا مشہور حکیم تھا اور ان ہی شیخ الہند محمود الحسن کا مرید تھا اور ان ہی کے کوٹھی پر ان کا انتقال ہوا دلی سے ان کے جنازہ کو دیوبند لایا گیا غسل کرانے کے لئے تختے پر لٹایا گیا کمر سے کپڑا اٹھایا گیا تو ہڈیوں کے سوا کوئی چیز نہیں تھی لوگ رو پڑے۔

حسین احمد جو دار العلوم کلکتہ میں اس وقت حدیث پڑھایا کرتے تھے وہ آئے تو لوگوں نے کہا حضرت شیخ الہند کی کمر پر تو ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں گوشت نہیں تھا وہ رو پڑے فرمایا کہ شیخ الہند نے مجھے روکا تھا کہ یہ راز فاش نہ کرنا مالٹا کی جیل میں انگریز میرے استاذ شیخ الہند کو ایک تہ خانہ میں لے جاتا تھا اور لوہے کی گرم سلاخیں شیخ الہند کی کمر پر لگاتا تھا

اور کہتا تھا کہ محمود الحسن انگریز کے حق میں فتوئی دیدے محمود الحسن کو جب ہوش آتا تھا تو وہ یہی کہتے تھے کہ انگریز میرا جسم پگھل سکتا ہے میں بلال کا وارث ہوں میری چمڑی اُدھر سکتی ہے میں تمہارے حق میں فتوئی نہیں دے سکتا یہ عشق رسول تھا وہ شیخ الہند جن کے شاگردوں میں مولانا الیاس تبلیغی جماعت کا بانی پیدا ہوا جس کی تبلیغی جماعت آج ۱۶۵ر ملکوں میں پہنچ چکی ہے کوئی روک سکتا ہے اس کو اس کے تبلیغی پیغام کو لوگوں نے نقلیں اتارنی شروع کی لوگوں نے چاہا کہ اس جماعت کو ختم کر دیا جائے لوگوں نے تبلیغی جماعت بنائی لیکن وہ جماعت کراچی سے چلی اور حید آباد سے واپس بھی آگئی۔

بہر حال یہ ایک لمبی داستان ہے بارہا ایسا ہوتا رہا لیکن اہل حق کے پیغام کو کوئی روک نہیں سکا اور اس کے بعد شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں مولانا شبیر عثمانی پیدا ہوئے وہ شبیر احمد عثمانی بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند نے پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ بات میں بعد میں کروں گا۔ لیکن تمہیں تو مخالفت نظر آتی ہے موافقت نظر نہیں آتی، علامہ شبیر احمد عثمانی نظر نہیں آتا کہ اگر وہ قائد اعظم کی حمایت نہ کرتا تو پاکستان کبھی نہیں بنتا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اگر سلہٹ نہ جانے سلہٹ میں جا کر تقریریں نہ کرتے مولانا شبیر احمد عثمانی قائدِ اعظم کے ساتھ مل کر پورے بر صغیر کا دورہ نہ کرتے تو کبھی پاکستان نہ بنتا۔

میرے دوستو! مولانا اشرف علی تھانوی جو دیوبند کے

سرپرست تھے وہ پاکستان کے حامی تھے مولانا شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی جو دیوبند کے استاذ حدیث رہے ہیں وہ پاکستان کے حامی تھے مفتی عزیز الرحمٰن جو دیوبند کے مفتی تھے وہ پاکستان کے حامی تھے مولانا ظفر علی عثمانی جو دیوبند میں شیخ التفسیر بھی رہے ہیں وہ پاکستان کے حامی تھے پاکستان بنا تو سب سے پہلے پرچم علامہ شبیر عثمانی نے لاہور میں لہرایا اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر عثمانی نے لہرایا اور اس کے بعد پاکستان کی سب سے پہلی قانون ساز اسمبلی بنی تو اس کے سربراہ شبیر احمد عثمانی بنے اس کے قائد اعظم کا انتقال ہوا ان کی نمازِ جنازہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی۔

میرے دوستو! یہ ساری چیزیں تمہیں نظر نہیں آتیں تمہیں صرف مخالفت نظر آتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر علماء دیوبند پاکستان بنانے میں قائدِ اعظم کی حمایت نہ کرتے تو پاکستان کبھی نہ بنتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات بڑے ادب سے اور غور و فکر کی دعوت دے کر آپ سے عرض کرتا ہوں پاکستان بنانے سے پہلے ہمارے علماء کے ایک طبقہ نے پاکستان کی تقسیم کی مخالفت کی تھی ہمیں اس بات پر کوئی پشیمانی نہیں، ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے رائے کا اختلاف کیا تھا کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ اس طرح بناؤ رائے سے اختلاف کرنا کوئی غداری نہیں ہے اگر میں غداری بتانا چاہوں کہ غداری کسے کہتے ہیں تو اس کے لئے بہت لمبا وقت چاہیئے ایک آدمی تقسیم کے طریقۂ کار سے اختلاف کرتا ہے کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ اس طرح بناؤ ابوالکلام

آزاد طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہے اور حسین احمد مدنی بھی طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہے کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ اس طرح بناؤ اس کی قیادت میں دین دار لوگوں کو لایا جائے تاکہ اس ملک میں کلمہ کا نفاذ عمل میں آسکے یہ طریقہ کار ہوتا ہے طریقہ کار سے اختلاف کرنے والا غدار نہیں ہوتا غدار اس ملک کا سب سے بڑا وہ طبقہ ہے۔ میرے دوستو! جس نے آج سے ۳۶ر سال پہلے جو پاکستان بنایا تھا پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان بنانے سے پہلے جو نعرہ لگایا تھا کہ اس ملک میں اسلام لائیں گے۔ ۳۶ر سال گذر گئے قائد اعظم کی دفات کے بعد اس کلمہ طیبہ کی دھجیاں جنہوں نے اڑائی ہیں جس طبقے نے ختم نبوت کا مذاق اڑایا ہے جس طبقے نے اس ملک میں ختم نبوت کے ڈاکوؤں کو پنپنے دیا ہے وہ جاگیر دار طبقہ وہ سرمایہ دار طبقہ وہ نونو سو مربع زمین انگریز سے الاٹ کرا کے انگریز سے خوشامد کرنے والا طبقہ وہ انگریز جاگیر دار جو ۳۶ر سال سے اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں وہ اس ملک کے سب سے بڑے غدار ہیں۔

رائے سے اختلاف کرنا یہ غداری نہیں ہے نظریہ سے اختلاف کرنا سب سے بڑی غداری ہے علماء نے رائے سے اختلاف کیا تھا تم نے نظریہ کا نعرہ لگایا تھا اس نظریہ کو ۳۶ر سال ہوگئے آج تک اس ملک پر وہ نافذ نہیں ہوا تم سب سے بڑے غدار ہو جو نظریہ قائم نہیں کرتا وہ قوم کو دھوکہ دیتا ہے اور جو قوم کو دھوکہ دیتا ہے وہی سب

سے بڑا غدار ہوتا ہے اس ملک کی یہ بھی بڑی بد قسمتی ہے کہ یہاں پاکستان بن جانے کے بعد تحریک آزادی پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں تحریک پاکستان پر بڑی کتابیں آئیں فلاں نے یہ کیا فلاں نے وہ کیا فلاں شاہ کا لقب لے گیا فلاں بہادر کا لقب لے گیا فلاں جناب عالی میٹنگوں میں شریک ہوتا تھا فلاں قائدِ اعظم کے پیچھے چلتا تھا فلاں یوں کرتا تھا قائد اعظم تو دنیا سے رخصت ہوگئے وہ اس ملک کو اسلامی اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے ہمارے پاس مکمل طور پر اس بات کے شواہد موجود ہیں لیکن میرے دوستو! یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قائد اعظم کی دفات کے بعد لوگوں نے اس ملک کی عزت دناموس سے کھیلا اس قوم کو تباہ و برباد کیا اس پاکستان کے لاہور کا ایک بے ضمیر اخبار کا ایڈیٹر، میں نے لاہور میں بھی اس کو چیلنج کیا پورے ملک میں میں نے کہا کہ تم پاکستان کا بڑا ٹھیکدار اپنے آپ کو کہتے ہو تم سے بڑا غدار کون ہے تمہیں اس ملک کے غدار بے ضمیر اخبار کے ایڈیٹر کہتے ہیں جنہوں نے ۳۶ر سال تک اس قوم کے اخلاق کو تباہ کیا لڑکیوں کے فوٹو چھاپے فلمی اسٹاروں کے فوٹو چھاپے فلمی ڈانسروں کو خراجِ تحسین پیش کئے جنہوں نے اسلام کا مذاق اڑایا جنہوں نے اخبار بیچنے کے لئے لڑکیوں کی ننگی تصویریں چھاپیں یہ طبقہ یہ لکھنے والے اس ملک کے غدار ہیں اس ملک کے جاگیر دار ہیں علماء نے پہلے بھی پاکستان بنانے کے لئے قربانیاں دیں انگریز کو نکالنے کے لئے قربانیاں دیں ۳۶ر سال ہوگئے علماء اسمبلیوں

میں گئے سب سے پہلے اس ملک کے نظریہ کو اپنانے کے لئے ۱۹۶۲ء میں مفتی محمود نے قرآن کا قانون اسمبلی میں پیش کیا علماء پاکستان کے نظریہ میں بھی مخلص ہیں علماء پاکستان کے طریقہ کار میں بھی مخلص تھے علماء پہلے بھی مخلص تھے اور آج بھی مخلص ہیں مولانا حسین احمد مدنی ایک بات کے اختلاف سے پاکستان کے مخالف تھے تم پاکستان کے بڑے ٹھیکدار ہو بتاؤ تم نے ۳۶ر سال میں کیا کیا تم حسین احمد مدنی کی قربانیوں کو یوں ہی سمجھتے ہو خدا کی قسم اس کے جوتے کی خاک کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو پیغمبر کے روضہ پر اٹھارہ سال حدیث پڑھائے ایک سو پینسٹھ خلفا پیدا کرے اور چالیس ہزار علماء جس کے شاگرد ہیں چالیس ہزار علماء کوئی معمولی بات نہیں ہے جو حسین احمد مدنی کے شاگرد ہیں اور وہ حسین احمد مدنی جس سے کراچی کا بینہ ہال میں انگریز جج نے کہا حسین احمد تم نے فتویٰ دیا ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے ۱۹۲۶ء کی بات ہے حسین احمد مدنی نے کہا ہاں فتویٰ دیا کیا ہوتا ہے میرا آج بھی یہی فتویٰ ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے جب یہ فتویٰ دہرلیا تو محمد علی جوہر بھی تھے اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمت نازل فرمائے یہ محمد علی جوہر جوہر نہیں بنتا اگر شیخ الہند کی صحبت نصیب نہ ہوتی خدا کی قسم یہ محمد علی جوہر شیخ الہند کا جذبہ لے کر برطانیہ گیا تھا چودہ چودہ گھنٹہ انگریزی میں تقریر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اس ملک میں نہیں جاؤں گا جو ملک غلام ہو اگر میں مر جاؤں تو غلام ملک میں دفن

نہ کرنا چنانچہ برطانیہ میں ان کا انتقال ہوا اور ان کی قبر بیت المقدس میں بنائی گئی۔

میرے دوستو! وہ محمد علی جوہر اس وقت کا بینہ ہال میں موجود ہے حسین احمد مدنی نے جب کہا کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام تو محمد علی جوہر نے حسین احمد کے پاؤں پکڑ لیئے اور کہا کہ حسین احمد خدا کے لئے بیان بدلو تو حسین احمد مدنی نے کہا کہ او محمد علی جوہر اگر میں نے آج بیان بدلا تو خدا کی قسم ایمان بدل جائے گا آج بیان نہیں بدلا جا سکتا حسین احمد باہر آئے۔

میرے دوستو! حسین احمد کا ایک وقت ایسا آیا کہ انگریز نے گولی کا حکم دے دیا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ حسین احمد اسٹیج پر نہیں آئیگا کراچی کی خلافت کانفرنس ہے تحریک خلافت چلی ہوئی ہے کراچی کی خلافت کانفرنس میں نو لاکھ اجتماع ہے حسین احمد مدنی کفن بغل میں لے کر اسٹیج پر آگیا چاروں طرف انگریز کی توپیں لگی ہوئی ہیں حسین احمد مدنی کو گولی کا حکم ہے حسین احمد اسٹیج پر آتا ہے حسین احمد انگریز کو خطاب کر کے کہتا ہے اور اس کی توپوں کو بلبل سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے گولیوں کو گل سے تشبیہ دیتا ہے حسین احمد کہتا ہے ؂

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل،

کیا بات ہے اور جب حسین مدنی نے یہ مصرعہ کہا ان کی کتاب کا دوسرا رخ اٹھا کر دیکھو جو اس میں لکھا ہے کہ آدھا گھنٹہ تک لوگ

جوش میں نعرہ لگاتے رہے ہائے ہائے۔

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہیدِ ناز کی تربت کہاں ہے

انگریز کو خطاب کر کے کہا۔

کھلونا سمجھ کر نہ برباد کرنا!
ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں
فرنگی کی فوجوں میں حرمت کے فتوے
سردار چڑھ کر بھی گائے ہوئے ہیں!
شجر آزادی کو خوں دے کے سینچا
پھل اس کے پکنے کو آئے ہوئے ہیں

یہ بڑے لوگ تھے جنہوں نے انگریز کا مقابلہ کیا حسین احمد مدنی نے مالٹا کے جزیرے میں چار سال تک جیل کاٹی ہے گھر کے ۱۹ افراد کا انتقال ہو گیا میں تو بڑا حیران ہوتا ہوں کیا مستقل مزاج لوگ تھے انیس گھر کے افراد فوت ہوگئے چار سال کے اندر اور آخری جب خط ان کو ملا تو گھر کے ۱۹ افراد کا نام پڑھ رہے ہیں رونے کے بجائے کوئی چیز لکھنے لگے جب ساتھیوں نے دیکھا کہ کیا لکھ رہے ہیں ایک شعر اپنے والد کو لکھا شعر کیا تھا حسین احمد نے کہا۔

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پہ اشک برسانا نہیں آتا

اور حسین احمد نے ایک عجیب شعر لکھا ہے جب دوسری بار خط لکھا جب کہ گھر کا کوئی فردِ بشر بھی زندہ نہیں تھا تم ابھی تک اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہو حسین احمد نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہوتے ہوئے کہا۔

تیرے عشق میں کوہِ غم سر پہ لیا جو ہو تو ہو!
وہ عیش ونشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو تو ہو!

حسین احمد کو برا کہنے والو! مولانا لاہوری فرماتے تھے کہ احمد کے دماغ میں وہ بات نہیں جو حسین احمد مدنی کی جوتیوں میں ملتی ہے اور مرے دوستو! پروفیسر یوسف سلیم چشتی آج بھی لاہور میں موجود ہے وہ کہتا ہے کہ میں ساری زندگی حسین احمد مدنی کو گالیاں دیتا رہا لیکن مشرقی پاکستان کا واقعہ پیش آیا تو میرے سامنے حسین احمد کی ایک بات آئی وہ فرماتے تھے پاکستان دو نہ بناؤ ایک بناؤ تو وہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی حسین احمد کی قبر پر دیوبند گیا اور رو کے کہنے لگا حسین احمد تیری فراست سچی تھی ہائے ہائے اس کے بعد مولانا احمد علی لاہوری کے صاحبزادے حضرت مولانا عبید اللہ انور شاہ مدظلہ کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا کہ حضرت کوئی ایسا حل بتایئے کہ حسین احمد مدنی کو جو میں نے برا کہا ہے وہ گناہ معاف ہو جائے ہائے ہائے۔

میرے دوستو! وہ لوگ بڑے اونچے تھے یہ ہمارے بعض حضرات جن کا کالج کی چہار دیواری اور یونیورسٹی کی چہار دیواریوں سے آگے حدود اربعہ نہیں ہے جنہوں نے تاریخ کی غواصی نہیں کی ہے

تاریخ کا کوئی مطالعہ نہیں کیا ہے وہ حسین احمد مدنی کو برا کہتا ہے چند
کتابیں پڑھ کر چند لوگوں کی باتیں سنکر ان کو برا کہتے ہیں اس میں شبہ
نہیں کہ اتنا بڑا عظیم انسان انگریزوں سے ٹکرانے والا علم و فضل کا
بادشاہ علوم و معارف کا مہر منیر برصغیر کی تاریخ میں گذرا ہے مسلمان
قوم کو اس مجاہد آزادی پر فخر کرنا چاہیئے ابوالکلام آزاد کو بعض لوگ برا
کہتے ہیں ان کو بھی اپنی غلطی کی اصلاح کر لینی چاہیئے۔

ابوالکلام آزلو کو برا کہنے والوں کو کچھ سوچنا چاہیئے کہ مولانا
ابوالکلام آزلو ایک پاکستان کی رائے سے اختلاف کرنے والے کو غدار کہتے
ہو تم ان کو غدار کیوں نہیں کہتے جنہوں نے انگریز کے گھوڑوں کی گردنیں
ملیں انگریز کے جوتے چاٹے انگریز سے نو نو سو مربع زمین الاٹ کرائی وہ
ابوالکلام آزلو غدار نہیں تھے ایک رائے سے اختلاف کرنے والا اس پر
الزامات اور اس کی تفسیر کو بھلا دیا جاتا ہے خدا کی قسم ابوالکلام آزاد کے الہلال
نے ہندوستان میں وہ روح بخشی تھی آزادی کی جس کی مثال نہیں ملتی۔

ابوالکلام آزاد وہ ابوالکلام جس کو رانچی کے جیل خانہ میں
انگریز نے ڈال دیا تھا تین سال کے بعد ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا انگریز
نے اس کے پاس رہائی نامہ بھیجا کہ تین دن کے لئے رہا کیا جاتا ہے
ابوالکلام نے اس کی پشت پر لکھدیا انگریز میں تیرے رہائی نامہ کو قبول
کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کل قیامت کے دن میں اپنی بیوی سے
ملاقات کرلوں گا چلے جاؤ! ابوالکلام کے پاس ایک آدمی نے دس ہزار

روپیہ انعام بھیجا اور لکھا گیا کہ تو نے انگریز کا بڑا اچھا مقابلہ کیا ہے ابوالکلام
آزاد نے اس پیسے کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آئی تو میرے
قلم کو خریدنا چاہتا ہے ابوالکلام کے قلم کو دنیا کی کوئی طاقت خرید نہیں سکتی۔

میرے دوستو! آج پاکستان کے کئی اخبار نویس بے ضمیر ایڈیٹروں
کو ابوالکلام کے نوک قلم سے اپنا قلم سنوارنا آیا ہے ان کو سوچنا چاہیئے کہ
وہ ابوالکلام آزاد شورش کشمیری جب اُن کے مزار پر گیا اور جاکر شورش
نے ان کی وفات کے وقت ابوالکلام آزاد کو خطاب کیا اور کہا۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے!
کئی دماغوں کا ایک انساں میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے زباں سے زور بیاں گیا ہے
اتر گئے کئی منزلوں کے چہرے کیا میر کارواں گیا ہے
مگر تیری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
وہ کون تھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل خستہ گام پہونچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہونچے عوام پہونچے
مگر تیری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

اور جب اس کے بعد عطاء اللہ شاہ بخاری کو یہ شعر سنائے تو

ذرا سا آنکھ لگا دی شاہ جی نے کہا ؎

تو مری خوابیدہ آنکھوں کو جگا چکا ہے!

زمیں کے تاروں سے ایک تارا فلک پہ جاچکا ہے
مگر تیری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

یہ ہیں ان بزرگوں کے کارنامے جنہوں نے اپنا نام تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ کرلیا ہے ہمارے اسلاف نے ہندوستان اور اس کے اہالیان کی تعمیر کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اور جو مشقتیں برداشت کی ہیں کوئی ان کو فراموش کردے یا اس کا انکار کر بیٹھے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا ظالم متعصب اور تنگ نظر کوئی نہیں ہوگا۔

آؤ اور سر جوڑ کر مل کر سوچو کہ ہمارے اسلاف کس قدر عظیم تھے اور انسانیت کی صحیح سمت متعین کرنے میں کتنی عظیم قربانیاں دیں خدا کے واسطے تعصب کے پردہ کو چاک کر کے حقیقت کی نگاہ سے دیکھو اور ان بزرگوں کو دعائیں دو جنہوں نے صرف اور صرف تمہارے لئے جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا گوارہ کرلیا اور تمہارے آرام کے واسطے اپنی گردنیں کٹوادیں، اور صرف تمہارے آرام اور راحت کی خاطر اپنی زندگی کے تمام سکون واطمینان کو پس پشت ڈال دیا یہ ایک عظیم عبرت ہے حاصل کرنے والوں کے لئے اور عظیم نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔

؎ اولئك ابائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دارالعلوم دیوبند

یہ سنگ وخشت کی تعمیر، تعمیر مکمل ہے — ہماری درسگاہ کاخِ شہنشاہی سے افضل ہے
یہ وہ ہے جس کی عظمت پر نچھاور تاجِ سلطانی — یہ وہ ہے جس کے در پر کی ہے سلطانوں نے دربانی
یہ مانا لعل وگوہر اس میں آویزاں نہیں لیکن — یہ مانا دیکھنے میں بھی نہیں ہے مہ جبیں لیکن
یہ مانا اس کا دامن نازنین پھولوں سے خالی ہے — یہ مانا اس کے دروازوں پہ چلمن ہے نہ جالی ہے
فضاؤں میں یہاں موسیقیت رقاصاں نہیں مانا — ربابِ عیش پر انسانیت لرزاں نہیں مانا
یہ بالکل سچ کہ پھیکی پھیکی ہیں زیبائش اس کی — یہ بالکل سچ کہ بے رونق ہیں کل آسائشیں اس کی
یہاں طاقتوں پہ آویزاں نہیں بلّور کے ساغر — یہاں محراب کی زینت نہیں مقیش کی جھالر
حقیقت ہے کہ شغلِ مئے کشی بے شک نہیں ہوتا — تخیل میں بھی کیفِ بادۂ ساغر نہیں ہوتا
یہ مانا مرمریں میزوں کی زیبائش نہیں لیکن — یہاں "پڑکو نچ" کی "صوفوں" کی آرائش نہیں لیکن

نہیں پڑتے یہاں آنکھوں پہ پردے زرنگاری کے — نہیں ہیں غیر ممکن چونچلے سرمایہ داری کے
یہ بالکل سچ کہ سڑکیں ہیں یہاں کی گرد آلودہ — یہ بالکل سچ کہ بجلی ہے یہاں کی دوہے فرسودہ
یہاں کے طاق و محراب و منبر سب پرانے ہیں — شکستہ ٹاٹ، خاک آلودہ بستر سب پرانے ہیں
مگر اس سادگی پر لاکھ ایوانوں سے بہتر ہے — خدا شاہد کہ پیرس کے ضیاخانوں سے بہتر ہے
یہاں قرآن کی عظمت کے نغمے گائے جاتے ہیں — یہاں اسرار موت و زندگی سمجھائے جاتے ہیں
یہاں انسانیت معصومیت کیساتھ پلتی ہے — یہاں سے لم یزل کے نور کی دھارا نکلتی ہے
یہاں فکر و نظر کی تشنگی سیراب ہوتی ہے — یہاں کی اک شعاعِ دھندلی سے عالمتاب ہوتی ہے
یہاں موسیقیت اللہ اکبر سے برستی ہے — یہاں کی عظمتوں کو عرش کی وسعت ترستی ہے

خدا رکھے اسے ٹوٹے دلوں کا اک سہارا ہے
جناب سرورِ کونینؐ کی آنکھوں کا تارا ہے!



ترانۂ دارالعلوم دیوبند

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے — ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے، ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقیِ کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں — تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں
جو وادیِ فاراں سے اٹھی گونجی ہے وہی تکبیر یہاں — ہستی کے صنم خانوں کیلئے ہوتا ہے حرم تعمیر یہاں
کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفاں یہاں رک جاتے ہیں — اس کاخِ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
یہ صحن من ہے برکھا رت، ہر موسم ہے برسات یہاں — گلبانگِ سحر بجاتی ہے ساون کی اندھیری رات یہاں
اسلام کے اس مرکز سے ہوئی تقدیس عیاں آزادی کی — اس بامِ حرم سے گونجی ہے سو بار اذاں آزادی کی
جو شمع یقین روشن ہے یہاں وہ شمع حرم کا پرتو ہے — اس بزم ولی اللّٰہی میں تنویر نبوت کی ضو ہے
یہ مجلس ہے وہ مجلس ہے خود فطرت جس کی قاسم ہے — اس بزم کا ساقی کیا کہئے جو صبح ازل سے قائم ہے
عابدؔ کے یقیں سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل — آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

یہ ایک صنم خانہ ہے جہاں محمودؔ بہت تیار ہوئے — اس خاک کے ذرّے ذرّے سے کتنے ہی شرر بیدار ہوئے
ہے عزم حسینؔ احمد سے بپا ہنگامۂ گیر و دار یہاں — شاخوں کی لچک بن جاتی ہے باطل کیلئے تلوار یہاں
رومیؔ کی غزل، رازیؔ کی نظر، غزالیؔ کی تلقین یہاں — روشن ہے جمال انور سے پیمانۂ فخر الدینؔ یہاں
اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک — ہیں عام ہمارے افسانے دیوار چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے، اس ملک کے گیسوئے برہم کو — یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو
جو صبح ازل میں گونجی تھی، فطرت کی وہی آوازیں ہیں — پروردہ خوشبو غنچے ہیں، گلشن کیلئے اعجاز ہیں ہم
بلبل کی دعا جب گلشن میں فطرت کی زباں ہو جاتی ہے — انوار حرم کی تابانی، ہر سمت عیاں ہو جاتی ہے
امدادؔ و رشیدؔ و اشرفؔ کا یہ قلزم عرفاں پھیلے گا! — یہ شجرۂ طیبؔ پھیلا ہے تو وسعت امکاں پھیلے گا
خورشید یہ دین احمدؔ کا، عالم کے افق پر چمکے گا! — یہ نور ہمیشہ چمکا ہے، یہ نور برابر چمکے گا!

یوں سینۂ گیتی پر روشن اسلاف کا یہ کردار رہے!
آنکھوں میں رہیں انوار حرم، سینہ میں دل بیدار رہے

